ہفت روزہ
# ندائے خلافت
لاہور
www.tanzeem.org
23
10 تا 16 جون 2014ء/11 تا 17 شعبان المعظم 1435ھ

## زندگی ایک خاموش سبق

آپ نے کبھی غور کیا ہے کہ آپ کی ذات سے دنیا میں کیا پھیل رہا ہے اور لوگ آپ سے کیا سیکھ رہے ہیں —— بُرائی یا بھلائی؟ یہ ایک حقیقت ہے کہ آدمی خواہ کسی حیثیت کا ہو اور علم و مرتبے کے لحاظ سے کسی بھی مقام پر ہو، اس کی ذات سے یا بُرائی پھیلتی ہے یا بھلائی۔ اُس کو دیکھ کر یا تو لوگوں میں نیکی اور بھلائی کے جذبات اُمڈتے ہیں یا بُرے کاموں کی رغبت ہوتی ہے۔ ہر آدمی کے تعلقات اور اثرات کا ایک دائرہ ہوتا ہے، کچھ لوگ اس کے رشتہ دار ہوتے ہیں، کچھ دوست، احباب ہوتے ہیں۔ کچھ لوگوں کا وہ ماتحت ہوتا ہے، کچھ لوگ اس کے ماتحت ہوتے ہیں۔ کچھ لوگ اس سے محبت کرتے ہیں، کچھ لوگ اس سے محبت نہیں کرتے۔ کچھ لوگ اس کو بڑا مانتے ہیں، کچھ لوگ اس کے بڑے ہوتے ہیں۔ کچھ لوگ اس کے پڑوس میں بستے ہیں، کچھ شریکِ کار ہوتے ہیں۔ اور یہ سب ہی لوگ اس کی زندگی سے اچھا یا بُرا کچھ نہ کچھ اثر ضرور لیتے ہیں۔

سوچئے، آپ بھی اس طرح کے بہت سے رشتوں میں بندھے ہوئے ہیں۔ بہت سے لوگوں سے آپ کے بھی تعلقات ہیں، اور فطری طور پر آپ کے اثرات کا بھی ایک دائرہ ہے —— آپ سے گوناگوں تعلق رکھنے والے یہ سب لوگ آپ سے کیا سیکھ رہے ہیں؟ اور آپ کی زندگی اُن پر کیا اچھا یا بُرا اثر ڈال رہی ہے۔ آپ کی بات چیت اور افکار و خیالات، مشغلے، دلچسپیاں، دوڑ دھوپ، حوصلے، ارادے، تمنائیں، آپ کا سلوک، آپ کا رویہ، غرض بحیثیت مجموعی آپ کی زندگی لوگوں کو کچھ نہ کچھ دیتی ہے، اور آپ کو محسوس ہو یا نہ ہو وہ لوگوں پر اثر انداز ہوتی ہے —— آپ کی زندگی ایک خاموش سبق ہے جو ہر وقت پڑھا جا رہا ہے، یاد کیا جا رہا ہے اور اپنے وقت پر دُہرایا جائے گا۔

**شعورِ حیات**

محمد یوسف اصلاحی

### اس شمارے میں

کامیابی کا راز
مومنو! اللہ کے مددگار ہو جاؤ
اتنے طبیب رہتے ہیں
ناخوشگوار سرزمین
مریض کا روزہ
طالبان کے خلاف فوجی آپریشن
دعوت کی ضرورت
علاقائی ثقافتیں اور عورتوں کا قتل

سورۃ النّحل | بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ | آیات 24 تا 25

وَ اِذَا قِیۡلَ لَہُمۡ مَّا ذَاۤ اَنۡزَلَ رَبُّکُمۡ ۙ قَالُوۡۤا اَسَاطِیۡرُ الۡاَوَّلِیۡنَ ﴿ۙ۲۴﴾ لِیَحۡمِلُوۡۤا اَوۡزَارَہُمۡ کَامِلَۃً یَّوۡمَ
الۡقِیٰمَۃِ ۙ وَ مِنۡ اَوۡزَارِ الَّذِیۡنَ یُضِلُّوۡنَہُمۡ بِغَیۡرِ عِلۡمٍ ؕ اَلَا سَآءَ مَا یَزِرُوۡنَ ﴿۲۵﴾

**آیت ۲۴** ﴿وَ اِذَا قِیۡلَ لَہُمۡ مَّا ذَاۤ اَنۡزَلَ رَبُّکُمۡ ۙ﴾ ’’اور جب اُن سے پوچھا جاتا ہے کہ تمہارے رب نے کیا نازل کیا ہے؟‘‘

نبی اکرم ﷺ کی دعوت کا چرچا جب مکہ کے اطراف و اکناف میں ہونے لگا تو لوگ اہل مکہ سے پوچھتے کہ محمد (ﷺ) جو کہہ رہے ہیں کہ مجھ پر اللہ کا کلام نازل ہوتا ہے‘ تم لوگوں نے تو یہ کلام سنا ہے‘ چنانچہ تمہاری اس کے بارے میں کیا رائے ہے؟ اس کے مضامین کیا ہیں؟

﴿قَالُوۡۤا اَسَاطِیۡرُ الۡاَوَّلِیۡنَ ﴿۲۴﴾﴾ ’’وہ کہتے ہیں کہ پہلے لوگوں کے قصے ہیں۔‘‘

کہ یہ کلام تو بس پرانے قصے کہانیوں پر مشتمل ہے۔ یہ سب گزشتہ قوموں کے واقعات ہیں جو اِدھر اُدھر سے سن کر ہمیں سنا دیتے ہیں اور پھر کہہ دیتے ہیں کہ یہ اللہ کا کلام ہے۔

**آیت ۲۵** ﴿لِیَحۡمِلُوۡۤا اَوۡزَارَہُمۡ کَامِلَۃً یَّوۡمَ الۡقِیٰمَۃِ ۙ﴾ ’’تاکہ یہ اٹھائیں اپنے (گناہوں کے) بوجھ پورے کے پورے قیامت کے دن‘‘

یوں ان کے دل حق کی طرف مائل نہیں ہو رہے اور اس کا نتیجہ یہ نکلے گا کہ روز قیامت وہ اپنی اس گمراہی اور سرکشی کے وبال میں گرفتار ہوں گے۔

﴿وَ مِنۡ اَوۡزَارِ الَّذِیۡنَ یُضِلُّوۡنَہُمۡ بِغَیۡرِ عِلۡمٍ ؕ﴾ ’’اور کچھ اُن لوگوں کے بوجھ بھی جنہیں یہ گمراہ کر رہے ہیں لاعلمی میں۔‘‘

یعنی قیامت کے دن وہ نہ صرف اپنی گمراہی کا خمیازہ بھگتیں گے‘ بلکہ بہت سے دوسرے لوگوں کی گمراہی کا وبال بھی ان پر ڈالا جائے گا جنہیں اپنے نام نہاد‘ دانشورانہ مشوروں سے انہوں نے گمراہ کیا ہوگا۔ جیسے قرب و جوار کے لوگ جب اہل مکہ سے اس کلام کے بارے میں پوچھتے تھے یا مکہ کے عام لوگ قرآن سے متاثر ہو کر اپنے سرداروں سے پوچھتے تھے کہ اُن کی اس کلام کے بارے میں کیا رائے ہے؟ ایسی صورت میں یہ لوگ اپنے عوام کو یہ کہہ کر گمراہ کرتے تھے کہ ہاں ہم نے بھی یہ کلام سنا ہے‘ اس میں کوئی خاص بات نہیں ہے‘ بس سنی سنائی باتیں ہیں اور پرانے لوگوں کی کہانیاں ہیں۔

﴿اَلَا سَآءَ مَا یَزِرُوۡنَ ﴿۲۵﴾﴾ ’’آگاہ رہو! بہت بُرا ہوگا جو بوجھ وہ اٹھائے ہوں گے۔‘‘

## فرمان نبویؐ

عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ: ((**مَنْ مَّاتَ وَلَمْ یَغْزُ وَلَمْ یُحَدِّثْ بِہٖ نَفْسَہٗ مَاتَ عَلٰی شُعْبَۃٍ مِنْ نِفَاقٍ**)) (صحیح مسلم)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ’’جس شخص نے اس حال میں انتقال کیا کہ نہ تو کبھی جہاد میں عملی حصہ لیا اور نہ کبھی جہاد کا سوچا (یعنی نہ اس کی نیت کی) تو اس نے ایک قسم کی منافقت کی حالت میں انتقال کیا۔‘‘

**تشریح**: اللہ تعالیٰ کی راہ میں جہاد ایمانِ صادق کے لوازم میں سے ہے‘ اور سچے پکے مؤمن وہی ہیں جن کی زندگی اور جن کے اعمالنامہ میں جہاد بھی ہو (اگر عملی جہاد نہ ہو تو کم از کم اس کا جذبہ اور اس کی نیت اور تمنا ضرور ہو) پس جو شخص دنیا سے اس حال میں گیا کہ نہ تو اس نے جہاد میں عملی حصہ لیا اور نہ جہاد کی نیت اور تمنا ہی کبھی کی تو وہ ’’مؤمن صادق‘‘ کی حالت میں دنیا سے نہیں گیا بلکہ ایک درجہ کی منافقت کی حالت میں گیا۔ بس یہی اس حدیث کا پیغام اور مدعا ہے۔

ہفت روزہ
لاہور
# ندائے خلافت
تا خلافت کی بنا دنیا میں ہو پھر استوار
لا کہیں سے ڈھونڈ کر اسلاف کا قلب وجگر
تنظیم اسلامی کا ترجمان نظام خلافت کا نقیب
بانی: اقتدار احمد مرحوم
10 تا 16 جون 2014ء — جلد 23
11 تا 17 شعبان المعظم 1435ھ — شمارہ 23
مدیر مسئول: حافظ عاکف سعید
مدیر: ایوب بیگ مرزا
نائب مدیر: محبوب الحق عاجز
نگران طباعت: شیخ رحیم الدین
پبلشر: محمد سعید اسعد، طابع: رشید احمد چودھری
مطبع: مکتبہ جدید پریس، ریلوے روڈ لاہور
مرکزی دفتر تنظیم اسلامی:
67-اے علامہ اقبال روڈ، گڑھی شاہو لاہور-54000
فون: 36316638-36366638 فیکس: 36313131
E-Mail:markaz@tanzeem.org
مقام اشاعت: 36-کے ماڈل ٹاؤن لاہور-54700
فون: 35869501-03 فیکس: 35834000
publications@tanzeem.org
قیمت فی شمارہ 12 روپے
سالانہ زرِ تعاون
اندرون ملک...... 450 روپے
بیرون پاکستان
انڈیا-------------- (2000 روپے)
یورپ، ایشیا، افریقہ وغیرہ (2500 روپے)
امریکہ، کینیڈا، آسٹریلیا وغیرہ (3000 روپے)
ڈرافٹ، منی آرڈر یا پے آرڈر
"مکتبہ مرکزی انجمن خدام القرآن" کے عنوان سے ارسال کریں۔ چیک قبول نہیں کیے جاتے
"ادارہ" کا مضمون نگار حضرات کی تمام آراء سے پورے طور پر متفق ہونا ضروری نہیں

اداریہ
مرزا ایوب بیگ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

# کامیابی کا راز

نت نئے واقعات کا جنم لینا، حالات کا اس سرعت سے بدلنا، اور بریکنگ نیوز کا قطار اندر قطار چلنا اب اہل پاکستان کے لیے معمول کا مسئلہ ہے۔ دنیا بھر میں کالم نگاروں اور اداریہ نویسوں کو خبروں اور نئے نئے مضامین کی تلاش رہتی ہے اور اکثر و بیشتر حالات اتنے نارمل رہتے ہیں کہ قلم کار خصوصاً اخبارات میں روزانہ اور ہفتہ وار بنیاد پر لکھنے والے بڑی دشواری محسوس کرتے ہیں لیکن پاکستان کے قلم کاروں کے لیے بڑی سہولت ہے۔ انہیں تو یہ دشواری پیش آتی ہے کہ اتنے نئے واقعات، اتنی خبریں، اتنا مواد کس پر لکھیں، کس کو چھوڑیں۔ مثلاً اس ہفتہ پاکستان کی وفاقی حکومت نے قومی بجٹ پیش کیا۔ شمالی وزیرستان اور پاکستان کے دوسرے علاقوں میں فوج اور تحریک طالبان پاکستان میں خونریز جھڑپیں جاری رہیں اور دونوں طرف مسلمان کا خون بہتا رہا۔ حافظ گل بہادر نے پاکستان کے ساتھ امن معاہدہ ختم کر دیا۔ ایک لندن پلان سامنے آیا ہے۔ طاہر القادری اور مسلم لیگ (ق) نے ایک دس نکاتی ایجنڈے پر اتفاق کیا ہے اور جلد ہی طاہر القادری صاحب کینیڈا سے پاکستان تشریف لا رہے ہیں، تاکہ حکومت کے خلاف تحریک کو آگے بڑھایا جا سکے۔ عمران خان اس اتحاد کا حصہ نہیں ہیں، لیکن ان کی انتخابات میں دھاندلیوں کے خلاف تحریک جاری ہے۔ وہ سات جون کو سیالکوٹ میں جلسہ منعقد کر رہے ہیں اور 14 اگست کے بعد کسی بھی وقت اسلام آباد کی طرف مارچ کریں گے۔ لاہور ہائی کورٹ کے احاطہ میں پسند کی شادی کرنے والی حاملہ خاتون کو اس کے والدین اور رشتہ داروں نے قتل کر دیا ہے اور ہماری NGO's نے اس مسئلہ کو یوں اٹھایا ہے، جیسے یہ کام معاذ اللہ اسلام کے مطابق کیا گیا ہے جس پر حکومت امریکہ اور برطانیہ کو بڑی پریشانی لاحق ہو گئی ہے۔ افغانستان نے سرحد پر اشتعال انگیز کارروائیاں شروع کر رکھی ہیں اور ایک حملہ میں پاکستان کے سات فوجیوں کو شہید کر دیا ہے۔ افغان طالبان نے اپنے پانچ اہم کمانڈر ایک امریکی فوجی کے بدلے میں رہا کروا لیے ہیں، جس پر ملا عمر نے افغان قوم کو مبارک باد دی ہے۔ یقیناً یہ افغان طالبان کی بہت بڑی کامیابی ہے۔ اس پر امریکہ میں حکومت پر زبردست تنقید ہو رہی ہے کہ اس نے خسارے کا سودا کیا ہے۔ اور شاید اس ہفتہ کی اہم ترین خبر یہ ہے کہ برطانیہ میں حکومت نے الطاف حسین کو منی لانڈرنگ کیس میں گرفتار کر لیا ہے، جس پر ایم کیو ایم سندھ کے شہروں میں دھرنے دے رہی ہے اور کراچی وحیدر آباد میں نظام زندگی معطل ہو چکا ہے۔ جہاں تک قومی بجٹ کا تعلق ہے ہم سمجھتے ہیں یہ اپنی اہمیت کھو چکا ہے۔ پاکستانیوں کا حال یہ ہے کہ ہر روز صبح جب وہ اٹھتے ہیں تو انہیں ایک نئے بجٹ کا سامنا ہوتا ہے۔ بجٹ محض ہندسوں کا گورکھ دھندہ ہے اور "کچھ نہ سمجھے خدا کرے کوئی" والا معاملہ ہے۔ لندن کا کٹھ بھی ہماری سمجھ سے بالاتر ہے۔ یہ لوگ کیا چاہتے ہیں اور یہ خبریں کس حد تک غلط یا صحیح ہیں کہ انٹرنیشنل اسٹیبلشمنٹ ان کی ڈور ہلا رہی ہے۔ البتہ عمران خان کا معاملہ مختلف ہے۔ لیکن اگر حکومت نے ان کے جائز مطالبات تسلیم نہ کیے تو حکومت کے خلاف ایک مشترکہ تحریک چلنے کے امکانات ہیں۔ لاہور ہائی کورٹ کے احاطہ میں پسند کی شادی کرنے والی لڑکی کا قتل یقیناً بدترین ظلم ہے جو دن دہاڑے ڈھایا گیا ہے لیکن NGO's نے اسے جو رنگ دیا ہے یہ درحقیقت ان کے خبث باطن اور اسلام دشمنی کا اظہار ہے جو وہ وقتاً فوقتاً کرتی ہیں اور ایسا پروپیگنڈا ہی ان کا ذریعہ معاش ہے۔ اس پر انہیں باہر سے فنڈز وصول ہوتے ہیں۔ ان کی نوکری کا سوال ہے۔ کون نہیں جانتا کہ اسلام نے قتل ناحق کو کبیرہ گناہ قرار دیا ہے۔

پاکستان کے نقطۂ نظر سے برطانیہ میں الطاف حسین کی گرفتاری انتہائی اہم مسئلہ ہے۔ اسی پر ہم قدرے تفصیلی بات کریں گے ان شاء اللہ۔ الطاف حسین 1990ء میں جب ان پر پاکستان میں کچھ مقدمات قائم ہوئے، برطانیہ منتقل ہو گئے تھے اور چوبیس سال سے برطانیہ سے پاکستان میں اپنی جماعت ایم کیو ایم کو کنٹرول کر رہے ہیں اور ماضی قریب تک ان کی پارٹی پر گرفت بڑی مضبوط رہی ہے۔ پارٹی ان کی شخصیت کے گرد گھومتی ہے۔ ان کے بعض قریب ترین ساتھی ان کے ساتھ لندن منتقل ہو گئے۔ وہاں پارٹی کا ایک سیکرٹریٹ وجود میں آ گیا۔ لندن اور پاکستان میں ایک ایک رابطہ کمیٹی قائم کر دی گئی۔ یہ کمیٹیاں ان کے احکامات کو نافذ کرواتی ہیں اور مختلف معاملات میں انہیں مشورہ بھی دیتی ہیں۔

لیکن شروع سے اصل اختیارات ان کی ذات میں مرتکز تھے، جو وقت کے ساتھ ساتھ مزید بڑھتے گئے۔ تمام کارکن بشمول ممبران رابطہ کمیٹی انہیں ایک دیوتا کی صورت میں پیش کرتے ہیں۔ لیکن ان کے مخالفین اتنی ہی شدت سے ان کے خلاف رائے رکھتے ہیں۔ ان پر اپنے مخالفین کو بے دریغ قتل کروانے کے الزامات ہیں۔ یہاں تک کہ اگر اپنے قریب ترین ساتھی سے بھی اختلاف ہوا ہے تو وہ اسے زندہ رہنے کے حق سے محروم کر دیتے ہیں۔ ''جو قائد کا غدار ہے' موت کا حق دار ہے'' ان کا کھلم کھلا نعرہ ہے۔ انہوں نے لندن سے پاکستان میں ٹیلی فونک خطاب کا سلسلہ شروع کیا۔ اس خطاب کے دوران اپنے خلاف ہر طبقہ کو جن میں صحافی بھی شامل ہیں کھلے عام دھمکیاں دیں۔ کسی کو مخاطب کر کے یہاں تک کہا کہ فلاں تیرے سائز کی بوری بن چکی ہے۔ لندن میں سیکرٹریٹ کے اخراجات اور شاہی انداز میں زندگی بسر کرنے کے لیے مالی وسائل کراچی سے لندن منتقل ہوتے تھے۔ ہم ہمیشہ اس بات پر حیران رہے کہ قانون کی حکمرانی کی دعوے دار برطانوی حکومت کس طرح یہ سب کچھ برداشت کر رہی ہے۔ برطانوی زمین سے کسی دوسرے ملک میں لوگوں کو قتل کی دھمکیاں دینا اور غیر قانونی طور پر وہاں کرنسی کا کھیل کھیلنا یہ سب کچھ خلاف قانون ہے۔ ہماری رائے میں برطانیہ کی حکومت نے اپنے مائی باپ امریکہ کے کہنے پر الطاف حسین کو کھلی چھٹی دے رکھی تھی، تاکہ وقت آنے پر وہ پاکستان میں اپنی مرضی کے حالات پیدا کر سکیں۔ برطانوی ایوان بالا میں حکومت وقت نے تسلیم کیا کہ انہوں نے ایم کیو ایم کو تعلیمی فنڈز سے رقم بھی مہیا کی تھی۔ لیکن سوال یہ ہے کہ اب یہ تبدیلی کیسی کہ الطاف حسین کے خلاف پہلے ڈاکٹر عمران فاروق کے قتل کے حوالہ سے تفتیش کی گئی اور پھر منی لانڈرنگ کیس میں ان کی گرفتاری عمل میں لائی گئی۔ اس کی دو وجوہات ہو سکتی ہیں۔ ایک تو یہ کہ قانون کی حکومت کا قائل برطانیہ اس وقت انہیں گرفتار کرنے پر مجبور ہو گیا جب منی لانڈرنگ کا واضح ثبوت ان کو فراہم ہو گیا۔ قانون پر سختی سے عمل درآمد کرنے والے ایک معاشرے میں حکومت کی مجبوری بن گئی اور انہیں سیاسی مصلحت ترک کرنا پڑی۔ دوسرا یہ کہ سفید سامراج الطاف حسین سے مایوس ہو گیا ہے کہ سندھ کے شہروں میں وہ موثر ہونے کے باوجود ان کے عزائم کی تکمیل کرنے میں ناکام رہا ہے اور جو صورت حال وہ پیدا کرنا چاہتے تھے وہ الطاف حسین پیدا نہیں کر سکا۔ یعنی وہ اب ان کے لیے ایک کارآمد مہرہ نہیں رہا تھا۔ لہٰذا ایک ایسے آدمی کو گرفتار کر لیا گیا جس کا ماضی اور حال قانون شکنی سے اٹا پڑا ہے۔

ہماری بدقسمتی ملاحظہ ہو کہ یہ سب کچھ برطانیہ میں ہوا یعنی منی لانڈرنگ کا جرم لندن کی سرزمین پر سرزد ہوا، وہاں کی پولیس نے گرفتاری کی' وہاں کی عدالت فی الحال ضمانت نہیں لے رہی لیکن گاڑیاں کراچی میں جل کر خاک ہو رہی ہیں' وہاں کی بڑی مارکیٹیں' بنیادی ضروریات کی اشیاء فراہم کرنے والی چھوٹی دکانیں، یہاں تک کہ پٹرول پمپ کراچی و حیدرآباد کے بند ہیں۔ سٹاک مارکیٹ یکلخت آٹھ سو پوائنٹ گر گئی ہے۔ دیہاڑی دار مزدور کے گھر کا چولہا جل نہیں رہا۔ سکول و کالج کے طلبہ امتحانات نہیں دے پا رہے۔ ایم کیو ایم کے کارکنوں نے جگہ جگہ دھرنے دے کر کراچی میں نظام زندگی کو معطل کر دیا ہے۔ سوال یہ ہے کہ پاکستان خصوصاً سندھ کے شہریوں کا کیا قصور ہے؟ انہیں کس جرم کی سزا دی جا رہی ہے؟ الطاف کو گرفتار کروانے میں ان سب کا کیا رول ہے؟ یہ سب تو اپنا خون نچوڑ کر لندن بھجوا رہے تھے۔ کراچی میں فیکٹری مالک سے لے کر عام مزدور تک یہ قیمت ادا کر رہا تھا اور کر رہا ہے۔ الطاف حسین کی بیماری یا گرفتاری پر ان پر کیوں عذاب نازل کر دیا گیا؟ ان کا جینا کیوں حرام کر دیا گیا ہے؟ یقین سے کہا جا سکتا ہے کہ یہ دنیا میں کہیں نہیں ہو سکتا۔ ممکن نہیں ہے، افریقہ کے کسی پسماندہ ترین ملک میں بھی ممکن نہیں ہے۔ متنیر اس ملک پر آسیب کا سایہ ہے یا کیا ہے؟ بہرحال عمران خان سمیت تمام سیاسی لیڈر الطاف حسین کے لیے پریشان ہیں اور آگے بڑھ بڑھ کر ایم کیو ایم کے سینئر لوگوں کو بتا رہے ہیں کہ ہم بڑے پریشان ہیں۔ ایک سیاست ہے' ایک منافقت ہے جو ہماری رگ و پے میں شامل ہو چکی ہے۔ اس کا بھرپور اظہار ہو رہا ہے وہ حکومت جو ان کا شناختی کارڈ اور پاسپورٹ بنانے میں لیت و لعل سے کام لے رہی تھی اس کا وزیر اعظم ہسپتال میں انہیں پھولوں کا گلدستہ بھجوا رہا ہے اور پاکستان کے قونصلر کو ملزم تک رسائی کا برطانیہ سے مطالبہ کر رہا ہے۔

ہم الطاف حسین کے بدخواہ نہیں، لیکن ہم جانتے ہیں کہ برطانوی ان سے رعایت تو برت سکتے ہیں ان سے زیادتی نہیں کر سکتے اور یہ بھی حقیقت ہے کہ سکاٹ لینڈ یارڈ کی یہ تاریخ ہے کہ وہ کسی ملزم پر اس وقت تک ہاتھ نہیں ڈالتی جب تک اس کے خلاف مناسب ثبوت فراہم نہ ہو جائیں۔ وہ عدالت میں جھوٹے پڑیں تو ان کا ریکارڈ خراب ہوتا ہے اور اس کا انہیں پورا احساس ہے۔ ہمیں یہ تسلیم کرنا ہو گا کہ پاکستان کے مسلمانوں کی عدالتوں کی نسبت کافر انگریزوں کی عدالتیں کم از کم اپنے شہریوں کو انصاف مہیا کرتی ہیں اور ظلم سے اجتناب کرتی ہیں۔ سوال یہ ہے کہ احتجاجی دھرنے' بدترین لاقانونیت' بلوے' دہشت گردی' ٹارگٹ کلنگ' ماردھاڑ' لوٹ مار یہ سب کچھ کیا اس قوم کا مقدر بن چکا ہے؟ اور کیا ان سے چھٹکارے کی کوئی صورت نہیں؟ یقیناً ہے اگر ہمیں یقین ہو، اگر ہمارا پختہ ایمان ہو اللہ پر اللہ کی کتاب پر جو واضح کرتی ہے کہ اللہ کی رحمت سے مایوس نہ ہو' مایوسی کفر ہے اور اللہ کے رسول ﷺ پر جو دنیا اور آخرت کے حوالہ سے ہر ہر قدم پر ہمارے لیے روشنی کا مینار ہیں، جنہوں نے کفر اور جہالت کے گھٹا ٹوپ اندھیرے میں آغاز میں تن تنہا جدوجہد کی اور انسانی سطح پر کی۔ انؐ کے پاس دریا پھاڑ دینے والا عصا نہ تھا۔ آپ کا معجزہ قرآن تھا جسے آپ ﷺ نے مضبوطی سے تھاما ہوا تھا۔ اسی سے رہنمائی حاصل کرتے ہوئے تنہا فرد نے ایک جماعت قائم کی اور ان کی ایسی تربیت کہ آج تک دنیا انگشت بہ دنداں ہے کہ کیا انسان میں اتنا بڑا انقلاب بھی آ سکتا ہے؟ کیا بچیوں کو زندہ درگور کرنے والے عالم انسانیت کے لیے رحمت کے پیامبر بن سکتے ہیں؟ وہی قرآن رتی بھر ردوبدل کے بغیر ہمیں بھی دستیاب ہے۔ اس بے مثل پیغمبر ﷺ کی مبارک سنت سے بھی ہم اچھی طرح آشنا ہیں۔ تو کمی کس چیز کی ہے؟ کس چیز نے ہمارے ہاتھ پاؤں باندھے ہوئے ہیں؟ ہم کیوں مفلوج نظر آ رہے ہیں؟ اس لیے اور صرف اس لیے کہ ہمارے قول و فعل میں تضاد ہے۔ ہم زبان سے لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ کہتے ہیں، اِیَّاکَ نَعْبُدُ کہتے ہیں، لیکن کئی بت سینے میں پال رکھے ہیں جن کی شعوری یا غیر شعوری طور پر پوجا کرتے ہیں۔ ان کے آگے سجدہ ریز ہوتے ہیں ہم مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہ کو بھی مانتے ہیں، ان سے اظہار عشق کرتے ہیں، لیکن ان کی مانتے نہیں۔ جس دن قول و فعل کا یہ تضاد ختم ہو گیا یہ دنیا جس کے پیچھے ہم بھاگ رہے ہیں ہمارے قدموں میں پڑی ہو گی۔ حضرت جنید بغدادیؒ کا ایک قول ہے' فرماتے ہیں: ''دنیا کو ہم نے دل کے دروازے پر بٹھایا ہوا ہے۔ کسی چیز کی ضرورت ہو تو ہاتھ بڑھا کر لے لیتے ہیں۔ لیکن اسے اندر داخل ہونے کی اجازت نہیں''۔ دنیا اور آخرت میں کامیابی کا یہی راز ہے۔

# ”مومنو! اللہ کے مددگار بن جاؤ“

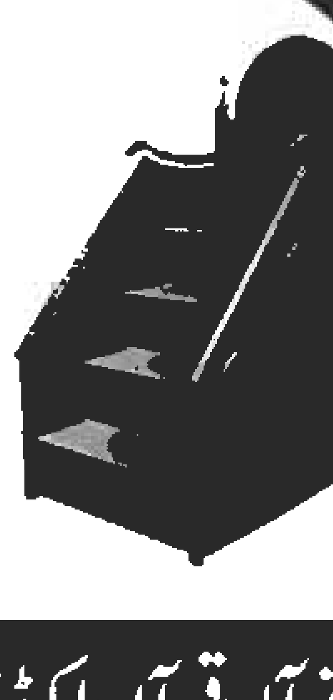

## سورۃ الصّف کی آیت 14 کا مطالعہ

**مسجد جامع القرآن قرآن اکیڈمی لاہور میں امیر تنظیم اسلامی محترم حافظ عاکف سعید حفظہ اللہ کے 23 مئی 2014ء کے خطاب جمعہ کی تلخیص**

خطبۂ مسنونہ اور تلاوت آیات کے بعد!

حضرات! میں نے آپ کے سامنے سورۃ الصّف کی آخری آیت تلاوت کی ہے۔ یہ ایک طویل آیت ہے اور اس میں ذکر حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور اُن کے حواریین کا ہو رہا ہے، اور خطاب ہم مسلمانوں سے ہے۔ میں اس پر گفتگو آگے چل کر کروں گا۔ اس سورت کا مرکزی مضمون نبی اکرم ﷺ کا مقصد بعثت ہے۔ یعنی آپ ﷺ صرف واعظ، ناصح، مبشر، منذر اور معلم بن کر نہیں آئے، بلکہ اس سے آگے بڑھ کر آپ ﷺ کو اللہ کے دین کو قائم اور غالب کرنے کا مشن بھی دیا گیا ہے۔ دوسری بات یہ سامنے آئی کہ انقلابی جدوجہد کے آخری مرحلے میں انقلاب لانے والوں کو باطل نظام کو جڑ سے اُکھاڑنے کے لیے اُس سے پنجہ آزمائی کرنی ہوگی۔ اس جدوجہد کا آغاز تو یقیناً دعوت، تذکیر، تبشیر، انذار اور وعظ و نصیحت سے ہوگا۔ اس کے ذریعے افراد کی زندگی تبدیلی لائے جائے گی اور ان میں اس بات کا جذبہ پیدا کیا جائے گا کہ اللہ کی زمین پر اللہ ہی کا دین قائم ہونا چاہیے، لیکن آگے چل کر باطل نظام سے کشاکش بھی کرنی ہوگی۔ اور اس راستے میں جان بھی چلی جائے تو یہ گھاٹے کا سودا نہیں بلکہ بہت بڑا رتبہ ہے۔ شہادت تو مومن کا مطلوب و مقصود ہے۔ اللہ کی راہ میں گردن کٹانا سب سے اونچا مقام ہے۔ آج کے دور میں یہ تصور بالکل پس پردہ چلا گیا، لیکن نبی اکرم ﷺ اور آپؐ کے صحابہؓ کے دور میں یہ سب سے زیادہ نمایاں تھا۔ اللہ کے رسول ﷺ نے عظیم الشان جدوجہد کے ذریعے جزیرہ نمائے عرب پر اللہ کا نظام غالب فرمایا۔ آپؐ کے دنیا سے پردہ فرمانے کے بعد بھی آپؐ کے تربیت یافتہ صحابہؓ آپؐ کے مشن کو لے کر آگے بڑھتے رہے اور وقت کی دو بڑی سپر پاورز سے ٹکرا گئے، تاکہ شہنشاہیت کا خاتمہ ہو۔ جب یہ زمین اللہ کی ہے، تو پھر کسے یہ حق ہے کہ اُس پر مالک بن کر بیٹھ جائے اور انسانوں پر اپنی حکمرانی کا جوا مسلط کرے، انسانوں کو ان کے حقوق سے محروم رکھے۔ یہ زمین اور جو کچھ اِس میں، اِس پر تمام انسانوں کا حق ہے۔ اُس پر ایک ہی طبقہ کی اجارہ داری کیوں ہو۔

اب آیئے، سورت کی آخری آیت کی طرف! مسلمانوں سے فرمایا:

﴿یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا کُوْنُوْٓا اَنْصَارَ اللّٰہِ﴾

”مومنو! اللہ کے مددگار ہو جاؤ۔“

یہ اللہ کی قدر دانی ہے کہ جو بندے اُس سے

مرتب: ابوا کرام

وفاداری کریں، وہ انہیں اپنے مددگار قرار دیتا ہے۔ یہ زمین اللہ کی ہے۔ اُس نے انسانوں کو دنیا میں آزادی دی ہے کہ وہ جو کچھ چاہیں کریں، اصل پکڑ آخرت میں ہوگی۔ دنیا دارالامتحان ہے۔ یہاں ایک شخص اللہ کا باغی ہو جائے، بلکہ باغیوں کا سردار بن جائے، تب بھی اللہ نے ڈھیل دی ہوئی ہے۔ وہ بہت حلیم ہے، وہ فوری نہیں پکڑتا۔ لیکن کوئی یہ نہ سمجھے کہ میں اس کے اختیار سے نکل جاؤں گا۔ یہ ممکن نہیں ہے۔ ایک وقت آئے گا جب اللہ ہر ایک سے حساب لے گا۔ کوئی کتنا ہی بڑا باغی ہو، بالآخر بدترین انجام سے دوچار ہوگا۔ اور جو وفادار ہے، اُس کو اچھا بدلہ دیا جائے گا۔ اللہ کے ساتھ وفاداری کا تقاضا کیا ہے؟ یہ کہ آدمی اللہ کے دین کے غلبہ کے لیے کوشاں ہو۔ زمین اللہ کی ہے مگر آج اُس پر اللہ کا نظام قائم نہیں ہے۔ اِس کی بجائے ابلیسی نظام کا ڈنکا بج رہا ہے۔ ایسے میں اللہ کے وفادارں کا فرض ہے کہ نظام ابلیس کے خاتمہ اور نظام الٰہی کے قیام و نفاذ کے لیے اپنی تمام تر صلاحیتیں وقف کر دیں۔ یہی اللہ کی مدد ہے۔

اللہ چاہے تو اس نظام کو چشم زدن میں نافذ کر سکتا ہے، کہ وہ قادر مطلق ہے۔ اُس کا اختیار کل کائنات پر ہے۔ اس کے لیے کوئی رکاوٹ نہیں ہے۔ کوئی مجبوری نہیں ہے۔ غلبہ دین کی جدوجہد رسول اللہ ﷺ کی نصرت ہے۔ کہ یہ مشن بنیادی طور پر رسول اللہ ﷺ دیا گیا کہ اس نظام کو قائم کریں۔ یہ نظام اللہ کا ہے۔ اِسے قائم کرنا رسول ﷺ کا مشن ہے۔ لہٰذا جو لوگ بھی اس مشن میں رسول ﷺ کے ساتھ تعاون کریں گے، اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں وہ میرے مددگار ہیں۔ لیکن یہ نہ سمجھنا کہ اللہ کو مدد کی ضرورت ہے۔ اِس لیے کہ اللہ القوی ہے، العزیز ہے۔ اس جدوجہد کے ذریعے صرف تمہارا امتحان ہو رہا ہے۔ ورنہ اللہ تعالیٰ کو تمہاری مدد کی ضرورت نہیں۔ وہ کسی کی مدد کا محتاج نہیں۔ وہ دین کو آن واحد میں غالب کر سکتا ہے، لیکن وہ اپنے بندوں کی وفاداری کا امتحان لینا چاہتا ہے۔ وہ یہ دیکھنا چاہتا ہے کہ کون ہے جو غیب میں رہتے ہوئے میری رضا کے لیے میرے دین کا جھنڈا بلند کرتے ہیں اور اس کے لیے قربانیاں دیتے ہیں۔ سورۃ الحدید کی آیت 25 میں

رسولوں کے مشن کے ساتھ ساتھ یہ مضمون بھی آیا ہے۔

> ’’دُنیا میں نہ کوئی اینٹ گارے کا بنا ہوا گھر باقی رہے گا، نہ کمبلوں کا بنا ہوا خیمہ، جس میں اللہ اسلام کو داخل نہیں کر دے گا، خواہ عزت والے کے اعزاز کے ساتھ، خواہ کسی مغلوب کی مغلوبیت کی صورت میں۔‘‘ (الحدیث)

فرمایا:﴿لَقَدْ اَرْسَلْنَا رُسُلَنَا بِالْبَیِّنٰتِ وَاَنْزَلْنَا مَعَھُمُ الْکِتٰبَ وَالْمِیْزَانَ لِیَقُوْمَ النَّاسُ بِالْقِسْطِ ج وَاَنْزَلْنَا الْحَدِیْدَ فِیْہِ بَاْسٌ شَدِیْدٌ وَّمَنَافِعُ لِلنَّاسِ وَلِیَعْلَمَ اللّٰہُ مَنْ یَّنْصُرُہٗ وَرُسُلَہٗ بِالْغَیْبِ ط اِنَّ اللّٰہَ قَوِیٌّ عَزِیْزٌ o﴾ ’’ہم نے اپنے پیغمبروں کو کھلی نشانیاں دے کر بھیجا۔ اور ان پر کتابیں نازل کیں اور ترازو (یعنی قواعد عدل) تاکہ لوگ انصاف پر قائم رہیں۔ اور لوہا پیدا کیا۔ اس میں (اسلحہ جنگ کے لحاظ سے) خطرہ بھی شدید ہے۔ اور لوگوں کے لیے فائدے بھی ہیں اور اس لیے کہ جو لوگ بن دیکھے اللہ اور اس کے پیغمبروں کی مدد کرتے ہیں اللہ ان کو معلوم کرے بے شک اللہ قوی (اور) غالب ہے۔

تمام رسولوں کے ذمے یہ بات تھی کہ وہ اللہ کے دین کو قائم کریں۔ اگرچہ نبی آخر الزمان ﷺ سے پہلے تمام رسول اپنی اپنی قوم کی طرف اور اپنے اپنے علاقے کی طرف بھیجے گئے تھے، تاہم ان سب کا مشن بھی یہ تھا کہ اللہ کے دین کو اپنے علاقے میں قائم اور غالب کریں۔ کل روئے ارضی کے لیے صرف حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کی بعثت ہوئی۔ ہر رسول کو میزان عدل دی گئی، لیکن یہ کامل ترین شکل میں حضرت محمد عربی ﷺ کو دی گئی ہے۔ تاکہ وہ میزان عدل نصب کی جائے۔ سارے معاملات اس کے مطابق طے ہوں۔ کسی کو کچھ ملے، تو اس میزان کے مطابق ملے اور کسی سے کچھ لیا جائے اس میزان کے مطابق لیا جائے۔

یہ مشن ہر رسول کا تھا۔ مذکورہ آیت کے آخر میں فرمایا﴿لِیَعْلَمَ اللّٰہُ مَنْ یَّنْصُرُہٗ وَرُسُلَہٗ بِالْغَیْبِ ط﴾ یعنی اصل میں اللہ تعالیٰ دیکھنا چاہتا ہے کہ کون ہیں جو غیب میں رہتے ہوئے اللہ اور رسولوں کی مدد کرتے ہیں۔ زمین پر انسان کے بنائے ہوئے نظام ظالمانہ اور استحصالی ہیں۔ اللہ نے عادلانہ نظام عطا کیا ہے۔ وہ دیکھنا جاتا ہے کہ کون لوگ رضائے الٰہی کے جذبہ سے اِس نظام کے غلبہ کے لیے کوشاں ہوتے ہیں۔

آگے فرمایا:

﴿کَمَا قَالَ عِیْسَی ابْنُ مَرْیَمَ لِلْحَوَارِیّٖنَ مَنْ اَنْصَارِیْٓ اِلَی اللّٰہِ ط﴾

’’جیسے عیسیٰ ؑ ابن مریم ؑ نے حواریوں سے کہا کہ (بھلا) کون ہیں جو اللہ کی طرف (بلانے میں) میرے مددگار ہیں۔‘‘

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ساتھیوں کے لیے ’’حواری‘‘ کا لفظ آتا ہے اور یہ بارہ افراد تھے۔ ان میں سے بھی ایک نے مخبری کر کے گویا ایک اعتبار سے بغاوت کر دی تھی۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام رسول تھے۔ رسول کی حیثیت سے اُس علاقے میں جس میں وہ بھیجے گئے تھے، اللہ کا نظام قائم کرنا ان کی ذمہ داری تھی۔ حضرت مسیح علیہ السلام نے قوم سے کہا کہ دین کے معاملے میں میری مدد کرو، مگر اُن کی قوم بنی اسرائیل خاص طور پر اُن کے علماء، مفتیان اور صوفیاء نے اُن کی مخالفت کی، آنجناب ؑ کو کافر قرار دے دیا۔ چاہیے تو یہ تھا کہ وہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے دست و بازو اور مددگار بنتے، لیکن بگاڑ اتنا آچکا تھا کہ ہوس پرستی، دولت پرستی کی بنا پر وہ یہ بات جاننے کے باوجود کہ وہ رسول ہیں، اُن کی

**پریس ریلیز** 6 جون 2014ء

## ہندوستان میں مسلمان دشمن نریندر مودی کا حکومت میں آنا پاکستان کے لیے تشویشناک ہے جس سے پاکستان کی مشکلات میں مزید اضافہ کا اندیشہ ہے

### +GST ہمارے حکمران چند معاشی فوائد کی خاطر اللہ کے دین سے علی الاعلان بغاوت کی دستاویز پر دستخط کر چکے ہیں

### حافظ عاکف سعید

ملکی حالات کے تناظر میں پاکستان کو قومی سطح پر اس وقت بڑے بڑے چیلنجز کا سامنا ہے۔ یہ بات امیر تنظیم اسلامی حافظ عاکف سعید نے مسجد جامع القرآن (قرآن اکیڈمی) ڈیفنس کراچی میں خطاب جمعہ کے دوران کہی۔ انہوں نے کہا کہ ہندوستان میں نریندر مودی کا حکومت میں آنا‘ جس کی مسلمان دشمنی نہایت واضح ہے‘ پاکستان کے لیے تشویشناک ہے جس سے پاکستان کی مشکلات میں مزید اضافہ کا اندیشہ ہے۔ نیز انہوں نے کہا کہ ہماری حکومت معاشی بدحالی کے خاتمہ کے لیے GST Plus کے حصول کے لیے کوشاں ہے، لیکن ہمیں یہ معلوم ہونا چاہیے کہ اس کے لیے ہمیں UNO کے ستائیس conventions پر دستخط کرنے پڑے ہیں جو کہ دجالی تہذیب کے سنگ ہائے میل ہیں اور جن میں اسلام کی اہم ترین تعلیمات اور احکام کی سراسر نفی ہے۔ گویا چند معاشی فوائد کی خاطر ہم اللہ کے دین سے علی الاعلان بغاوت کی دستاویز پر دستخط کر چکے ہیں۔ انہوں نے مزید کہا کہ ہم نے جغرافیائی قومیت کی نفی کرتے ہوئے ایک علیحدہ اسلامی ریاست کے حصول کی کوشش کی تو اللہ نے ہمیں معجزانہ طور پر بطور انعام یہ ملک عطا فرما دیا۔ لیکن ہم نے اس کے بعد اللہ سے کیے ہوئے وعدوں کی خلاف ورزی کی اور اس کی تمام نعمتوں کی ناشکری کی جس کے سبب اللہ تعالیٰ نے ہم پر بھوک اور خوف کا عذاب مسلط کر دیا۔ انہوں نے کہا کہ اگر ہم آج بھی اللہ تعالیٰ کے فرمانبردار بن جائیں اور اس سے کیے گئے وعدوں کو پورا کرتے ہوئے یہاں اسلام کا نفاذ کریں تو نہ صرف اللہ تعالیٰ کے عذاب سے نجات مل سکتی ہے بلکہ دنیوی اعتبار سے خوشحالی ہمارا مقدر ہو سکتی ہے۔

(جاری کردہ: مرکزی شعبہ نشر و اشاعت تنظیم اسلامی)

مخالفت پر کمربستہ ہوگئے۔ وہ سمجھتے تھے کہ اگر آنجنابؑ کو اللہ کا رسول مان لیا تو ہمیں اپنی اصلاح کرنی پڑے گی۔ لہٰذا ماننے پر تیار نہ ہوئے۔ سب نے متفقہ طور پر کہہ دیا کہ یہ معاذ اللہ جھوٹے ہیں اور جو بڑے بڑے معجزے دکھا رہے ہیں یہ اصل میں معجزے نہیں ہیں، جادو ہے۔ لہٰذا اس شخص کو زیادہ مہلت نہ دی جائے اور اس کی گردن اُڑا دی جائے، سولی چڑھا دیا جائے۔ پوری قوم خاص طور پر مذہبی طبقہ اس پر متفق ہوگیا۔ ایمان لانے والے صرف گنے چنے افراد تھے۔

﴿قَالَ الْحَوَارِيُّوْنَ نَحْنُ اَنْصَارُ اللّٰهِ فَاٰمَنَتْ طَّآئِفَةٌ﴾ (الصف:14)

''حواریوں نے کہا کہ ہم اللہ کے مددگار ہیں۔ تو بنی اسرائیل میں سے ایک گروہ تو ایمان لے آیا اور ایک گروہ کافر رہا۔''

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے حواریوں نے ﴿مَنْ اَنْصَارِیْٓ اِلَی اللّٰهِ ط﴾ کی پکار پر لبیک کہی اور کہا کہ ہم اللہ کے دین کے معاملے میں آپؑ کے اعوان و انصار ہیں۔ اور ہم آپ پر ایمان لائے۔ قرآن مجید نے یہاں تفصیل نہیں بتائی، لیکن احادیث سے پتا چلتا ہے کہ بنی اسرائیل کا ایک گروہ آپؑ پر ایمان لایا اور ایک گروہ نے آپ کا کفر کیا۔ البتہ ایمان لانے والا گروہ بہت ہی چھوٹا تھا۔ جب آپ کا رفع سماوی ہوا ہے، آپؑ کے بارہ حواریین تھے۔ ان میں سے بھی ایک نے مخبری کی تھی۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے حواری کا حوالہ دے کر ہم سے فرمایا گیا کہ ایمان والو! اللہ کے مددگار بن جاؤ۔ نبی ﷺ کے سچے اُمتی وہی لوگ ہیں جو آپؐ کے مشن میں آپؐ کی مدد کرتے ہیں۔ سورۃ الاعراف میں آپؐ کے ایسے اُمتیوں کے اوصاف میں فرمایا: ﴿فَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِهٖ وَعَزَّرُوْهُ وَنَصَرُوْهُ﴾ (آیت: 157) ''تو جو لوگ ان پر ایمان لائے اور ان کی رفاقت کی اور انہیں مدد دی''۔ ظاہر بات ہے کہ نبی اکرم ﷺ کی باکمال ہستی کو ذاتی طور پر کسی سے کوئی مدد لینا قبول ہی نہیں تھا۔ روایات میں آتا ہے کہ اگر آپؐ سواری پر ہوں تو سواری کا چابک بھی آپ کے ہاتھ سے گر جاتا تو آپ ﷺ بجائے اس کے کہ کسی سے کہہ دیں کہ یہ میرا کوڑا اُٹھا دو، یہ بات زیادہ پسند کرتے تھے کہ اونٹ کو بٹھائیں اور خود کوڑا اُٹھائیں۔ یہاں جس مدد کا ذکر ہو رہا ہے، وہ آپؐ کے مشن میں آپ کا دستِ بازو بننا اور آپ ﷺ کا ساتھ دینا ہے۔

آگے فرمایا:

﴿فَاَيَّدْنَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا عَلٰى عَدُوِّهِمْ فَاَصْبَحُوْا ظٰهِرِيْنَ ۝﴾ (الصف: 14)

پوری قوم ایک طرف تھی اور یہ گیارہ افراد دوسری طرف۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا بہت جلد رفع سماوی ہوگیا، لیکن آپؑ کے یہ حواری اپنے کام میں لگے رہے۔ چنانچہ عیسائیت پھیلنا شروع ہوئی اور کچھ ہی عرصے کے بعد عیسائیوں کو غلبہ حاصل ہوگیا۔ وہ یہودی جنہوں نے اپنی حد تک پوری کوشش کر کے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو اپنے تئیں سولی بھی چڑھا دیا تھا (یہ اور بات ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو بچالیا) بالآخر مغلوب ہوگئے۔ جب اللہ کی مدد آتی ہے تو پھر یونہی ہوتا ہے۔ لہٰذا ایک بہت چھوٹی جماعت وہ اتنے بڑے پر گروہ غالب ہوگئی۔ تاریخ کے ہر دور میں عیسائیوں اور یہودیوں میں بڑی سخت لڑائیاں ہوتی رہیں مگر بالآخر یہودی ہی تابع ہو کر رہے۔ البتہ آج کے دور میں یہودی کم ہونے کے باوجود اس وقت عیسائیوں کے سر پر سوار ہیں اور یہ یوحنا کی انجیل کی ایک پیشین گوئی کے عین مطابق ہے کہ آخری زمانے میں ایک بہت بڑا خونخوار درندہ ہوگا اور اس کے سر پر ایک فاحشہ عورت سوار ہوگی، جو اس کو کنٹرول کر رہی ہوگی۔ بظاہر ایسا لگتا ہے کہ اس وقت یہ خونخوار درندہ امریکہ، نیٹو اور عیسائی دُنیا ہے اور اُس کے سر پر سوار فاحشہ یہود ہیں۔ آج کے دور کے علاوہ تمام ادوار میں عیسائی یہود پر غالب رہے، یہودی ہمیشہ مغلوب رہے ہیں۔

یہاں یہ بات بھی واضح کر دی جائے کہ کل روئے ارضی پر اللہ کا دین قائم ہو کر رہے گا۔ نبی اکرم ﷺ کی حیاتِ طیبہ کے دوران میں جزیرہ نمائے عرب کی حد تک غلبۂ دین کے نبوی مشن کی تکمیل ہوگئی جب سن 8ھ میں مکہ فتح ہوگیا اور بیت اللہ کو 360 بتوں سے پاک کر دیا گیا۔ یہی نہیں بلکہ اس کے ساتھ ہی بیرونِ عرب اسلامی انقلاب کی تصدیر کے مرحلے کا آغاز بھی ہوگیا۔ چنانچہ رومیوں کے ساتھ غزوۂ تبوک ہوا۔ اگرچہ اس میں باقاعدہ جنگ کی نوبت نہیں آئی، لیکن یہ سلسلہ تو آگے بڑھا ہے۔ جس وقت آپ کا وصال ہوا، جیشِ اُسامہ روانگی کے لیے تیار تھا۔ ظاہر ہے، آپؐ کی بعثت صرف جزیرہ نمائے عرب کے لیے نہیں تھی، کل روئے ارضی کے لیے ہے۔ چنانچہ یہ مقصد تکمیلی شان کے ساتھ پورا تب ہوگا جب کل روئے ارضی پر اللہ کا دین غالب ہوگا۔ اسی نبوی مشن کے لیے صحابہ کرامؓ نے مدینہ کی گلیاں چھوڑیں اور سپر پاورز سے ٹکر لی تھی۔ جب تک کل روئے ارضی پر اللہ کا دین قائم نہیں ہوتا ﴿كُوْنُوْٓا اَنْصَارَ اللّٰهِ﴾ کی یہ پکار جاری ہے۔

دین کے کل روئے ارضی پر غالب ہونے کا بہت سی احادیث میں ذکر آیا ہے۔ حضرت ثوبان رضیؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اللہ نے مجھے پوری زمین کو لپیٹ کر (یا سکیڑ کر) دکھا دیا۔ چنانچہ میں نے اس کے سارے مشرق بھی دیکھ لیے اور تمام مغرب بھی۔ اور یقین رکھو کہ میری امت کی حکومت اُن تمام علاقوں پر قائم ہو کر رہے گی جو مجھے لپیٹ کر دکھائے گئے ہیں۔''

حضرت مقداد بن الاسودؓ سے روایت ہے کہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا: ''دُنیا میں نہ کوئی اینٹ گارے کا بنا ہوا گھر باقی رہے گا، نہ کمبلوں کا بنا ہوا خیمہ، جس میں اللہ اسلام کو داخل نہیں کر دے گا، خواہ عزت والے کے اعزاز کے ساتھ، خواہ کسی مغلوب کی مغلوبیت کی صورت میں۔ (یعنی) یا لوگ اسلام قبول کر کے خود بھی عزت کے مستحق بن جائیں گے، یا اسلام کی بالادستی تسلیم کر کے اس کی فرماں برداری قبول کرنے پر مجبور ہو جائیں گے۔'' میں (راوی) نے کہا: تب تو سارے کا سارا دین اللہ کے لیے ہو جائے گا۔'' (رواہ احمد)

اسلام کو تو بہرحال غالب ہونا ہے۔ اب یہ ہمارے سوچنے کی بات ہے کہ ہم اس عظیم الشان کام میں کتنا حصہ ڈال کر اللہ کی نظر میں سرخرو ہوتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں دینِ حق کے لیے اپنا تن من دھن لگانے اور اپنی زندگیوں کا نقشہ بدلنے کی ہمت اور توفیق عطا فرمائے۔ (آمین)

**اللہ چاہے تو اپنے دین کو چشم زدن میں نافذ کر سکتا ہے، کہ وہ قادرِ مطلق ہے۔ اُس کا اختیار کل کائنات پر ہے۔ لیکن وہ اپنے بندوں کی وفاداری کا امتحان لینا چاہتا ہے**

☆☆☆☆☆

# اتنے طبیب رہتے ہیں

عامرہ احسان
amira.pk@gmail.com

جو اس ملک کا بے تاج بادشاہ بنا سلیمانی ٹوپی اوڑھے سارے فیصلے بالواسطہ کر رہا ہے۔ مثلاً سویلین حکومت جڑ نہ پکڑ سکے، اپنے فیصلے خود نہ کر سکے۔ (قطع نظر کہ اس کی کارکردگی اور ترجیحات درست ہیں یا غلط) اس کا اپنا حال افغانستان میں تو دیکھیے! اوباما رات کی تاریکی میں امریکی سپاہیوں کی پیٹھ ٹھونکنے، لقمۂ جنگ بننے والوں کے میموریل ڈے پر، چوروں کی طرح بگرام آیا۔ مارے خوف کے کابل تک ہیلی کاپٹر میں جانے کا حوصلہ نہ ہوا۔ کرزئی سے کہا...... 'بگرام آکر مل جاؤ'۔ وہ گیا گزرا افغان پٹھان بھی غیرت سے کہتا ہے...... 'ہرگز نہیں'! نہ ہوا پاکستانی، کہ سر کے بل چل کر جاتا! اوباما نے واپسی پر جہاز سے کرزئی سے فون پر گفتگو کی! ایک اِدھر ہم ہیں ایٹمی طاقت! امریکہ کے سر پر افغان جنگ میں ہمارے احسانات کے ٹوکرے لدے ہیں۔ لیکن پھر بھی امریکی ''گھرکیاں'' ہماری بے وقعتیاں المناک ہیں۔ افغان انتخابات ہونے، موسم سازگار ہونے تک کے لیے ہمیں طالبان کو مذاکرات میں مصروف رکھنے کا حکم تھا سو ہم نے پورا کیا۔ اب حکم آپریشن کا ملا سو ہم نے کر ڈالا۔ امریکی ٹیلی وژن سی این این نے تصدیق کی کہ اب ڈرون حملے نہیں ہوں گے۔ یہ کام پاکستانی فوج اپنی کارروائیوں سے کرے گی۔ سو ہم نے فضائی بمباری کی۔ مزید اجاڑنے پر کمربستہ ہیں۔ یہ اعزاز کی بات ہے کہ اب پاکستانی امریکی میزائلوں سے نہیں، پاکستانی گولا بارود و اسلحے سے مریں گے۔

تاہم رستم شاہ مہمند (حکومتی مذاکرات کار) کا کہنا ہے (ڈان۔29 مئی) ڈرون بہتر ہے، کیونکہ وہ ٹارگٹ کر کے مارتا ہے! (بمباری سے تو ایک ہی خاندان کے 20 قبائلی شہید ہوئے ہیں۔ عورتوں، بچوں، بوڑھوں سمیت) لگاتار کرفیو خوراک، طبی امداد کے لیے ترستی افلاس زدہ آبادی کے لیے جو مصائب لا رہا ہے۔ عمران خان جیسا اب فوج کا ساتھی چلا اٹھا ہے کہ ہم انہیں علیحدگی کی طرف دھکیل رہے ہیں۔ آپریشن فاٹا میں کسی نہ کسی جگہ مستقل جاری ہے چھوٹا یا بڑا غیر علانیہ۔ امریکہ خوشی سے بغلیں بجا رہا ہے۔ بگرام والی کسمپرسی انہیں اسلام آباد میں نہیں دیکھنی پڑتی۔ سٹیٹ ڈیپارٹمنٹ کی ترجمان واشنگٹن سے ہمیں بتا رہی ہے کہ پاکستان کے عوام اور حکومت کو خطرہ ہے۔ لہٰذا آپریشن ہو رہا ہے! مجسم خیر خواہی۔ ہمارے مفادات کا حافظ و ناصر امریکہ! حکم دیتا ہے۔ بجا لانے پر شاباش بھی ملتی ہے، پیسے بھی۔ کیا 1965ء اور 1971ء کی جنگوں میں بھی اسی والہانہ پن کے ساتھ وہ ہماری مدد کو جہاز، پیسے لیے آیا تھا؟ واشنگٹن سے ہمارے دشمنوں کو اسی طرح للکارتا تھا...؟ امریکی دوستی اور نوازشات کے نتیجے میں پاکستان لرز رہا ہے۔ اب اس قدر بھی نہ چاہو کہ دم نکل جائے! قبائل کو 13 سالوں سے ہم مسلسل کچل رہے ہیں، دھکیل رہے ہیں، مار رہے ہیں۔ اب اگر عمران خان کہتے ہیں کہ وہاں علیحدگی کی باتیں ہو رہی ہیں تو عجب کیا ہے۔ ہم نے انہیں دیا کیا ہے؟ دربدری......؟ آپریشن در آپریشن اور ڈھا کر پولیو کے قطرے پلائے ہیں! خیر خواہی ساری پولیو قطروں میں دھری ہے۔ شک کی نگاہ سے وہ نہ دیکھیں تو کیا کریں کہ نسل کشی، برستے بموں اور فاقوں مارتے کرفیو میں بھی پولیو قطروں والی ہمدردی سنبھالے نہیں سنبھلتی! اب تازہ بمباریوں کی تیاری ہے۔ ایک اور بنگلہ دیش؟

امریکہ مسلمان ممالک میں سیسی نما حکمران چاہتا ہے۔ مکمل پولیس سٹیٹ۔ لیکن مصر میں السیسی کو منہ کی کھانی پڑی۔ جھوٹے جلسوں جلوسوں، مقبولیت کے دعووں، پوری اخوان کو جیلوں میں ٹھونسنے کے بعد، ہر ہتھکنڈا آزما کر بھی مصری انتخابات میں ووٹ دینے نہ نکلے۔ مٹھی بھر ٹرن آؤٹ کا 90 فیصد سے زائد لے کر مصری جمہوریت کامیاب قرار پائی! مصر فوج کے ہاتھوں یرغمال بن چکا ہے۔ امریکہ پاکستان کو اسی راہ پر ڈالنے کو بے قرار ہے۔ یہاں عدلیہ اور میڈیا نے ناک میں دم کر رکھا ہے۔ سو اس کے گرد شکنجہ کسا جا رہا ہے۔ نئے اتحاد پروان چڑھائے جا رہے ہیں۔ بے چاری سویلین حکومت مغرب کے ماتھے کی ہر شکن پر ہڑبڑا کر دوڑ پڑتی ہے۔ مثلاً حال ہی میں لاہور میں عدالت کے باہر ایک عورت، فرزانہ کا قتل۔ اس داستان کی ہر ہر کڑی المناک اور سرتاسر غلط ہے۔ پہلے فرزانہ کے عشق میں مبتلا اقبال نے اپنی پہلی بیوی کو قتل کیا۔ وہ بھی ایک عورت ہی تھی، لیکن عشق و محبت کی داستانوں میں راستے کا ایسا پتھر تو ہٹایا ہی جاتا ہے لہٰذا این جی اوز، انسانی حقوق کے علمبرداروں نے اس پر لمحاتی توجہ بھی صرف نہ کی۔ مقتولہ فرزانہ نے مقدمے کے مطابق پہلے شوہر سے طلاق لیے بغیر اقبال سے شادی کی تھی۔ افسوسناک امر یہ ہے کہ اس قتل کا حکومت نے تڑپ پھڑک کر نوٹس اس لیے لیا کہ اقوام متحدہ، برطانیہ نے واویلا کیا ہے۔ انصاف، انصاف پکارنے والے ہمارے ان کرم فرماؤں کا سارا زور 'پسند کی شادی' پر وار کرنے پر ہے۔ (یہ اندوہناک قتل یقیناً غلط ہے) تاہم ہر نوعیت کی حدود کی پامالی ہمارے معاشرے کے لیے بہر طور باعث ننگ و عار ہے۔

مغرب ہر قسم کی اخلاقی اقدار سے کلیتاً تہی دامن ایک حیوانی معاشرہ ہے۔ جس میں حال ہی میں ہالی وڈ کی نامی گرامی شخصیت کے بیٹے نے پے در پے چھ لڑکیوں کی طرف سے ٹھکرائے جانے کے بعد کچھ اور لڑکیوں کو مار کر اس صنف سے بدلہ چکایا اور خود بھی اسی کا لقمہ بن گیا۔ نہ برطانیہ نے امریکہ کو للکارا فرزانہ کیس کی مانند...... نہ اقوام متحدہ کی رگِ انصاف 6 لڑکیوں کے یک بیک بہیمانہ قتل پر پھڑکی! سارے اسباقِ انصاف ہمارے لیے؟ اور ڈاکٹر عافیہ کو فراہم کردہ انصاف گزیدہ 86 سال......؟ انصاف اقبال کی مقتولہ بیوی کو بھی دیں، فرزانہ کو بھی۔ لیکن گوروں کی گھرکیوں، دھمکیوں پر نہیں۔ یہ داستانیں اقدار شکن، حد شکن، اخلاق کے چیتھڑے اڑا دینے والی، ان تمام چینلز کا شاخسانہ ہے جن کا عدد 7 8 ہے...... اخلاق و کردار کی دھجیاں بکھیرتے فحش انڈین فلموں، اشتہاروں سے لبریز یہ تمام غیر مہذب نشریات والے چینل اس حمام میں سب ایک ہیں۔ سب ایک ہی تھیلی کے چٹے بٹے ہیں۔

اِدھر ساری یکسوئی میڈیا، عدلیہ کی آواز دبانے، شمالی وزیرستان فتح کرنے، نئے سیاسی اتحاد بنا کر نئی ق، گ، ل، م لیگی حکومت مشرف سٹائل بنانے پر مرکوز ہے۔ اُدھر مودی پوری یکسوئی کے ساتھ انتخابی وعدے نبھانے، پاکستان سے نمٹنے کی تیاری میں ہے۔ بیانات ملاحظہ فرمالیں۔ ''ترجیح اول پاکستان سے ملحقہ بھارتی سرحد

کے دورے کی ہے جہاں 'دشمن' کی جارحیت کے واقعات ہوتے رہتے ہیں (حملے میں اگرچہ مسلسل پہل بھارت کر رہا ہے) اب اینٹ کا جواب پتھر سے دیا جائے گا"۔ نیز فجر کی اذان پر پابندی لگانے کی شرانگیز مہم (ہندوستان بھر میں) کا آغاز ہو چکا ہے۔ اگلی باری ذبیحے پر پابندی کی ہے۔

ہندو جنونیت، سیکولرازم کے جرعے پیئے بیٹھے پاکستان کے لیے کوئی نیک عزائم نہیں رکھتی۔ سرحد کے دوسری جانب امریکی بھارتی دوہری وفاداری والا عبداللہ عبداللہ موجود ہے۔ ہمارے ہاں اپنے اپنے گروہی مفادات کی اسیری اور چہار جانب سے اُمڈتے سیاہ بادل۔ ادراک کون کرے گا؟

نہیں ہوتا کسی سے میرا علاج
یہاں اتنے طبیب رہتے ہیں!

## دعا مغفرت کی اپیل

- مقامی تنظیم بٹ خیالہ کے ملتزم رفیق قاری امیر رحمٰن کے بھائی بم دھماکہ میں جاں بحق ہو گئے۔
- حلقہ کراچی جنوبی کے منفرد رفیق سید معین یار کا انتقال ہو گیا۔
- امیر حلقہ فیصل آباد ڈاکٹر عبدالسمیع کے سدھی انتقال کر گئے۔
- مقامی تنظیم فیصل آباد غربی کے معتمد فیضان حسن کے کزن روڈ ایکسیڈنٹ میں انتقال کر گئے۔
- مقامی تنظیم فیصل آباد غربی کے نقیب اسرہ امتیاز احمد کے خالو جان وفات پا گئے۔
- مقامی تنظیم فیصل آباد شمالی کے رفیق عامر شہزاد کی والدہ کا انتقال ہو گیا۔

اللہ تعالیٰ مرحومین کی مغفرت فرمائے اور پسماندگان کو صبر جمیل کی توفیق دے۔ آمین

قارئین سے بھی دعائے مغفرت کی اپیل ہے۔

اللّٰھم اغفرلھم وارحمھم و ادخلھم فی رحمتك و حاسبھم حسابًا یسیرًا


## ضرورت رشتہ

سیالکوٹ میں رہائش پذیر شخص کو اپنی بھانجیوں صوم و صلوٰۃ اور پردہ کی پابند عمر 25 سال، تعلیم ایم (اسلامیات)، عمر 23 سال، تعلیم بی اے کے لئے دینی مزاج کے حامل لڑکوں کے رشتے درکار ہیں۔ والدین رابطہ کریں۔

برائے رابطہ: 0321-2051847




# ناخوشگوار سرزمین


محبوب الحق عاجز

meboobtnoli@gmail.com


افغانستان کے کوہ و دمن پر آتش و آہن کی بارش ہو رہی تھی۔ سروں کی فصل کٹ رہی تھی۔ گھر اجڑ رہے تھے۔ بستیاں کھنڈر بن رہی تھیں، اور برطانوی نشریاتی ادارے بی بی سی کا نمائندہ اپنی خصوصی رپورٹ تیار کر رہا تھا۔ اس نے ایک افغان بچے سے پوچھا "عالمی طاقت امریکا اپنے اتحادیوں کے ساتھ یلغار کر رہا ہے، آخر تم لوگ کب تک امریکا سے لڑو گے؟ کمسن بچے نے جو جواب دیا، اس کی توقع غازیان صف شکن کی سرزمین کے باسیوں کے سوا شاید بہت کم لوگوں سے کی جا سکے۔ اُس نے جرأت رندانہ اور عزم مومنانہ سے کہا: "ہم امریکیوں سے قیامت تک لڑیں گے، جب تک ایک بھی افغان باقی ہے، ہم دشمن کا مقابلہ کریں گے اور کبھی شکست نہ مانیں گے۔"

ہم غوری و محمود کی اولاد ہیں لوگو!
ہم جنگ کے میدان میں فولاد ہیں لوگو!

غوری و غزنوی کے بیٹے کے اِس جواب پر تب سوال کرنے والا بھی مسکرایا ہوگا کہ کہاں نہتے افغان طالبان اور کہاں وقت کی سب سے بڑی عسکری طاقت۔ تب دنیا بھر کے تجزیہ کار امریکی لے میں یہی کہہ رہے تھے کہ چند دنوں کی بات ہے، امریکہ کے ڈیزی کٹر بم اور بی باون بمبار طیارے طالبان کو "خاموش" کر دیں گے۔ مگر اہل دانش کی دانش، تجزیہ کاروں کے تجزیے، ماہرین حرب کی ماہرانہ آراء وقت نے غلط ثابت کر دیں۔ افغان بچے نے جو بات کہی تھی، غیرت دینی سے سرشار افغانوں نے اُسے سچ کر دکھایا۔ آج امریکا ذلت کے زخم چاٹتے اور رسوائی کا داغ لیے افغانستان کی کہساروں سے لوٹ رہا ہے۔ اور امریکی صدر باراک اوباما نیویارک میں فوجی اکیڈمی سے خطاب کرتے ہوئے کہہ رہے ہیں کہ جنگ کا آغاز آسان جبکہ اس کا خاتمہ مشکل ہوتا ہے۔ اوباما کو بادل نخواستہ یہ تسلیم کرنا پڑا کہ افغانستان امریکا کے لیے خوشگوار جگہ ثابت نہیں ہوا۔ امریکی صدر نے یہ بھی کہا کہ افغانستان کو پرامن بنانا امریکا کی ذمہ داری نہیں۔ امریکا نے اپنے مقاصد حاصل کر لیے۔

افغانوں کو یہ اعزاز حاصل ہوا ہے کہ انہوں نے عالمی طاقتوں کو شکست دینے کی ہیٹ ٹرک مکمل کر لی ہے۔ برطانیہ جس کی سرزمین پر سورج غروب نہ ہوتا تھا، افغانوں کو تہہ تیغ کرنے کے ارادے سے غراتے ہوئے آیا تھا، مگر افغانوں نے اُس کی طاقت کا نشہ اتار دیا۔ برطانیہ کا ایک ہی فوجی زندہ بچ کر واپس جا سکا تھا، جس نے اپنی حکومت کو اپنی فوج کی رسوا کن شکست اور عبرت ناک انجام کا احوال سنایا۔ برطانیہ کی افغانوں کو فتح کرنے کی تین بڑی کوششیں ناکامی سے دوچار ہوئیں۔ یہی سبب ہے کہ برطانیہ کی آئرن لیڈی مسز مارگریٹ تھیچر نے پاک افغان بارڈر طورخم پر کھڑے ہو کر سوویت یونین سے کہا تھا کہ ہم نے اپنی شکستوں سے سبق سیکھ لیا ہے، عنقریب تم بھی سبق سیکھ لو گے۔ اور یہی ہوا۔ سوویت یونین افغانستان کو فتح کرنے اور گرم پانیوں تک رسائی کے ارادے سے افغانستان کی سنگلاخ سرزمین میں آ دھمکا تھا۔ مگر ایک عشرے سے بھی کم عرصے میں غیور افغانیوں نے دنیا بھر سے آئے ہوئے مجاہدین اور آئی ایس آئی کے تعاون سے سرخ ریچھ کا کچومر نکال دیا۔ جہاد کی کاری ضربوں سے سوویت یونین کو اتنے گہرے گھاؤ لگے کہ اس کا شیرازہ ہی بکھر گیا۔ اس کا جغرافیہ تبدیل ہو گیا۔ ستر سالہ جابرانہ کمیونزم کے دوران اس نے جس مغربی ترکستان پر استبدادی پنجے گاڑ رکھے تھے، وہ اُس کی ذلت آمیز غلامی کے شکنجے سے آزاد ہو گیا۔

امریکا، صہیونیوں اور مسیحی صہیونیوں (نیو کنزرویٹوز) کے جال میں جکڑا ہوا کولمبس کا دیس، زمین پر سول سپریم پاور، اسلحہ میں بے مثال، عالمی اثر و رسوخ کا یہ عالم کہ اقوام عالم کی نمائندہ "یونائیٹڈ نیشنز آرگنائزیشن" اُس کی لونڈی، عالم کفر ہی نہیں عالم اسلام کے مسلمان حکمران بھی اُس کی مٹھی میں، اس کے

مفادات کے محافظ، اس کے نظام کے علمبردار، اس کے نیو ورلڈ آرڈر کے پروموٹرز، اُس کے نیو امریکن سنچری پلان کو آگے بڑھانے والے، برطانیہ اُس کا مہرہ، یورپ اس کا ہم آواز، اسرائیل اُس کا پشتی بان، اسلامی نظریے کے خلاف جنگ میں روس اُس کا ہمنوا، دنیا بھر کا الیکٹرانک اور پرنٹ میڈیا اُس کا سپورٹر اور وفادار، ہاں یہی امن عالم کا ٹھیکیدار اور دنیا کا تھانیدار امریکا اپنے 50 سے زائد اتحادیوں کے ساتھ لاجواب فضائیہ، جدید ترین جنگی ٹیکنالوجی، پوری دنیا کے انچ انچ پر نظر رکھنے والے سیٹلائٹ سسٹم اور بے مثال جاسوسی نظام کے ساتھ افغانستان میں آوارد ہوا۔ تاکہ افغانوں کو اُس ''جرم'' کی قرار واقعی سزا دے سکے جو نفاذ شریعت کی صورت میں ان سے سرزد ہوا۔

خلافت وامارت شرعیہ کا قصہ تو بڑی گہری چالوں اور منصوبہ بندیوں سے ہم نے 1924ء میں تمام کر دیا تھا، طالبان کون ہوتے ہیں نیو ورلڈ آرڈر کے دور میں اسلامی شریعت کی صدا بلند کرنے والے، خلافت کا پھریرا لہرانے والے۔ خلافت ہمارے نظام کے مقابل نظام ہے اور ہمارے نظام اور ہمارے کلچر کے مقابلے میں جو بھی آئے گا کچلا جائے گا، اُسے نشان عبرت بنا دیا جائے گا۔ یہ طاقت کا نشہ تھا، یہ قوت کا زعم تھا۔ یہ برتری اور بالادستی کا گھمنڈ تھا کہ امریکی نہتے افغانیوں پر چڑھ دوڑے اور برطانیہ اور سوویت یونین کے رسوا کن انجام کی طرف دھیان دینے پر آمادہ نہ ہوئے۔ ان کے مقابل اسلحہ و ٹیکنالوجی سے تہی، شوق شہادت سے سرشار، زمین، تمغوں، اعزازات یا مالی منفعتوں کی بجائے رضائے الٰہی کی تمنا لیے دین و شریعت کی بقا کے لیے سر بکف طالبان تھے۔ وہ زبان حال سے امریکیوں کو یہ باور کرا رہے تھے کہ

چلاؤ گولیاں سینے کشادہ رکھتے ہیں
کہ حق پہ مر مٹنے کا ہم ارادہ رکھتے ہیں
تمہیں غرور ہے کہ ہے زور و زر تمہارے پاس
ہمیں ہے ناز کہ ہمت زیادہ رکھتے ہیں

ہمتوں کو شکست کون دے سکا؟ جذبوں پر فتح کس نے پائی ہے؟ بلند عزائم کی راہ میں دیوار کون بن سکا ہے۔ امریکا کے پاس اتحادیوں کے عسکری لشکر تھے، اسلحہ و ٹیکنالوجی تھی، میڈیا کی طاقت تھی۔ طالبان کو ان مادی اسباب میں دنیا کے سب سے بڑی عسکری اتحادی لشکر سے کوئی نسبت نہ تھی، مگر وہ ایمان کی قوت سے لیس تھے۔ اُن کے پاس یقین محکم کی طاقت تھی۔ اللہ کی نصرت پر ایقان کا سرمایہ تھا۔ طالبان نے فضائے بدر پیدا کی تو دنیا نے دیکھا کہ اللہ ہی ان کی مدد کو کافی ہو گیا۔ ایمان کی طاقت نے اسلحہ و ٹیکنالوجی کو شکست دے دی۔ یقین کامل کے اسلحہ نے مادیت کے آہنی قلعے کو مسمار کر دیا۔ اللہ کے لیے اپنا سب کچھ قربان کر دینے کا عزم رکھنے والوں کے توکل نے جدید ٹیکنالوجی، اسلحی برتری کے حامل شیطانی لشکروں کے چھکے چھڑا دیئے، ان کا تکبر و نخوت خاک میں ملا دیا۔ امریکا سے ڈرنے اور اس کی ایک دھمکی پر مرنے والے ایمان فروشوں کے لیے طالبان جانبازوں کی سرفروشی، عزیمت، صبر و مصابرت اور کامیاب مزاحمت میں بڑا سبق ہے، اگر کوئی سبق سیکھے تو۔ کتاب زندہ کہتی ہے: ''بارہا ایسا ہوا کہ ایک قلیل گروہ اللہ کے اذن سے ایک بڑے گروہ پر غالب آ گیا۔ اللہ صبر کرنے والوں کا ساتھی ہے۔'' (البقرہ)

ایک نہتے، قلیل، کمزور گروہ کے ہاتھوں ذلت آمیز شکست پر امریکیوں کی خفت اوباما کے یہ کہہ دینے سے نہ مٹے گی کہ ہم نے افغانستان میں اپنے مقاصد حاصل کر لیے۔ اگر مقصد خون ریزی تھا، تو وہ یقیناً حاصل ہو گیا کہ افغان جنگ کے دوران لاکھوں افغانوں کا خون رزق خاک ہوا، لیکن اگر مقصد افغانوں کو اپنا غلام بنانا اور ان کی شریعت کے مطابق جینے کی خواہش کا گلا گھونٹنا، انہیں نظام شریعت کی بجائے لا یعنی سیکولر جمہوریت کے راستے پر چلانا تھا، تو امریکا کو ہرگز کامیابی نہیں ہوئی۔ فاقہ کش افغان نہ پہلے کبھی کسی طاقت کے غلام بنے اور نہ نائن الیون کے بعد انہوں نے امریکیوں کی غلامی قبول کی۔ نظام شریعت جس کے خاتمہ کے لیے امریکا افغانوں پر چڑھ دوڑا تھا، افغانستان کا مقدر ہے۔ یہ نوشتہ دیوار ہے۔ امریکیوں کے نکلنے کی دیر ہے، امریکا کے صدارتی انتخابی ڈرامے اور اُس کی تربیت یافتہ تین لاکھ افغان فوج طالبان کے بڑھتے سیلاب کے آگے خس و خاشاک کی طرح بہہ جائیں گے۔ افغانستان میں 2012ء کے پیرس پلان کے عین مطابق طالبان کی زیر قیادت عظیم الشان مضبوط مستحکم اسلامی حکومت قائم ہو گی، ان شاء اللہ، جو ظلم و ناانصافی پر مبنی سرمایہ دارانہ نظام کے شکنجے میں جکڑی ہوئی انسانیت کے لیے مینارہ نور ہو گی۔

امریکا اب جنگ کی بساط لپیٹ دینا چاہتا ہے۔ اس نے اپنے ایک فوجی کی رہائی کے بدلے طالبان کے پانچ اعلیٰ رہنماؤں کو گوانتاموبے کے عقوبت خانے سے رہا کر دیا ہے۔ اب اُس کی بھلائی اسی میں ہے کہ جلد از جلد افغانستان سے اپنے تمام فوجی نکال لے۔ سوا چار ارب کا اسکریپ بچانے کے لالچ میں یا پاکستان اور چین کے خلاف اپنی منصوبہ بندی کو آگے بڑھانے کے خیال سے 9800 فوجی باقی رکھنے کی حماقت نہ کرے۔ اوباما کا یہ کہنا بجا ہے کہ افغانستان کو پر امن بنانا امریکا کی ذمہ داری نہیں ہے۔ یہ بات امریکیوں کو بہت دیر سے سمجھ آئی ہے، لیکن دیر آید درست آید کا مصداق ہے۔ اب وہ نیک نیتی سے افغانستان کے مقدر کا فیصلہ افغانوں پر چھوڑ دیں۔ امریکی صدر نے یہ بات بھی دانشمندانہ کہی ہے کہ افغانستان امریکہ کے لیے خوشگوار جگہ نہیں ہے۔ اے کاش! امریکی شہ دماغ افغان جنگ شروع کرنے سے پہلے اس حقیقت کا ادراک کر لیتے۔ کاش وہ اُس بات پر غور کر لیتے جو روس کے آخری فوجی نے افغانستان چھوڑتے ہوئے کہی تھی: ''یہ ایک مشکل سرزمین ہے۔ اِس پر حملہ کرنا خودکشی ہے'' اور خودکشی سے بچ جاتے۔

## اعتذار

ندائے خلافت شمارہ 18 کے اداریہ ''کارلوٹا گال کی دہائی'' میں ایک جملہ یہ لکھا گیا کہ ''سندھی راجا داہر کو اپنا رہنما اور لیڈر قرار دیتے ہیں۔'' اِس پر ہمارے بعض قارئین نے گرفت فرمائی ہے کہ تمام سندھیوں کے بارے میں یہ کہہ دینا صحیح نہیں ہے۔ ہم سمجھتے کہ یہ اعتراض درست ہے۔ اگرچہ اداریہ نگار کی بھی سندھیوں سے مراد قوم پرست سندھیوں سے تھی، مگر لفظاً یہ بات مذکور نہ ہوئی، جس سے یہ اشکال پیدا ہوا، اور یہ امر ہمارے بعض احباب کی دل آزاری کا باعث بنا۔ ہم اس سہو پر معذرت خواہ ہیں اور ایک مرتبہ پھر یہ واضح کئے دیتے ہیں کہ مذکورہ جملہ میں سندھیوں سے مراد تمام سندھی نہیں، صرف قوم پرستی سندھی ہیں۔

تنظیم اسلامی کا پیغام
نظام خلافت کا قیام

# مریض کا روزہ

ڈاکٹر آصف محمود جاہ

رمضان کے مبارک مہینے کو نیکیوں کا موسمِ بہار کہا جاتا ہے۔ اس ماہ مبارک میں نوافل کا درجہ فرائض کے برابر جبکہ فرضوں کا اجر ستر گنا بڑھ جاتا ہے۔ ہر مسلمان اس مبارک مہینے میں بڑھ چڑھ کر نیکیاں سمیٹنا چاہتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ روزے کی جزا میں خود دوں گا۔ لہٰذا رمضان کی فیوض و برکات سے جہاں صحت مند مسلمان مستفید ہونا چاہتے ہیں، وہاں وہ افراد جن کو مختلف طرح کے امراض لاحق ہیں وہ بھی ڈاکٹر سے یہ مشورہ ضرور کرتے ہیں کہ انہیں رمضان المبارک میں کیا کرنا چاہیے۔

بیماریاں تین اقسام کی ہیں:

① عام یا روزمرہ کی بیماریاں مثلاً نزلہ، کھانسی، بخار، سردرد، بخار، وغیرہ یا مختلف قسم کے گھریلو حادثات کی صورت میں مختلف زخموں وغیرہ کا ہونا۔

② دوسری قسم میں لمبی مدت کی مستقل رہنے والی بیماریاں ہیں، مثلاً شوگر، دل کی بیماریاں، نظام تنفس کی بیماریاں یعنی دمہ، ٹی بی وغیرہ۔

③ خطرناک اور مہلک بیماریاں

پہلی قسم کی عام بیماریوں کی صورت جس میں سردرد، بخار، نزلہ، زکام، کمر درد، پیٹ کی بیماریاں وغیرہ شامل ہیں رمضان المبارک کا روزہ رکھنے میں بالکل کسی قسم کا تامل نہیں کرنا چاہیے۔ بخار وغیرہ کی صورت میں درد اور بخار دور کرنے والی ادویات صبح سحری کے وقت استعمال کر سکتے ہیں۔ دوسری خوراک افطاری کے وقت لیں اور تیسری خوراک اس کے چھ گھنٹے بعد رات کو لی جاسکتی ہے۔ چونکہ اس طرح بیماروں میں ادویات کے ساتھ آرام کرنے سے خاصا افاقہ ہو جاتا ہے، اس لیے کسی بھی قسم کی فکر نہیں کرنا چاہیے۔ آج کل بچوں، بوڑھوں اور جوانوں میں نزلہ، کھانسی اور فلو جیسی علامات عموماً وائرس کی وجہ سے ہوتی ہے۔ 50 مریضوں میں سے 30 مریض اس وائرس کی وجہ سے آتے ہیں۔ اس صورت حال میں سب سے مناسب علاج بھاپ لینا ہے کیونکہ یہ وائرس بھاپ کی وجہ سے ہلاک ہو جاتا ہے۔ اس بیماری میں مختلف قسم کی اینٹی بائیوٹک اور کھانسی وغیرہ کے شربت لینے کا کوئی خاص فائدہ نہیں۔ اگر رمضان المبارک میں آپ کو کسی قسم کا نزلہ وزکام وغیرہ ہو تو سحری اور افطار کے وقت کوئی جوشاندہ وغیرہ استعمال کر لیں یا پھر بھاپ لے لیں۔

دوسری قسم میں ذیابیطس کے مریضوں کو سب سے زیادہ احتیاط کی ضرورت ہوتی ہے۔ چند ہدایات کو ملحوظ خاطر رکھ کر ذیابیطس کے مریض بھی روزہ رکھ کر اس ماہ مبارک کی برکات سے فیض یاب ہو سکتے ہیں۔ ان کے لیے ضروری ہے کہ وہ سحری اور افطاری کرتے وقت مندرجہ ذیل غذائی احتیاط پر عمل کریں۔

(الف) ان چیزوں کے بالکل قریب نہ جائیے۔ شوگر، مٹھائیاں، جام، کیک، میٹھے مشروبات، کیلا، سیب وغیرہ۔

(ب) گوشت، مچھلی، انڈے، سبزیاں، پھل، پھیکے مشروبات آزادی سے کھائیں۔

(ج) چربی والی اشیاء مکھن، کریم، پکانے کا تیل، مارجرین کبھی کبھار استعمال کریں۔

○ ذیابیطس کے ایسے مریض جو غذائی احتیاط کے ساتھ ساتھ مختلف قسم کی ادویات بھی استعمال کر رہے ہوں، ان کے لیے ضروری ہے کہ وہ اگر دن میں دو دفعہ دوا لے رہے ہوں تو دوا سحری اور افطاری کے دوران لیں۔ اگر تین مرتبہ لے رہے ہوں تو اس کو سحری کے وقت، افطاری کے وقت اور رات 11 بجے کے مطابق مقرر کیا جاسکتا ہے۔

○ ذیابیطس کے ایسے مریضوں کے لیے جو بہت فربہ بھی ہوں ذیل میں چارٹ دیا جارہا ہے، جس پر عمل کر کے وہ رمضان المبارک میں نہ صرف روزے رکھ سکتے ہیں بلکہ اس سے وزن میں بھی خاطر خواہ کمی کی جا سکتی ہے۔

**سحری کا کھانا:** ابلی ہوئی سبزیاں، سلاد یا ابلا ہوا قیمہ یا مرغ کی یخنی فریش فروٹ یا بغیر چھنے آٹے کی روٹی۔ اس کے علاوہ سحری میں بغیر چھنے آٹے کے ساتھ میتھی ملا کر روٹی کھائیں۔

**افطاری:** ابلی ہوئی سبزیاں، ایک آدھ کھجور لینے میں کوئی حرج نہیں۔ سبزی یا قیمہ کا زیتون کے تیل میں بنا ہوا سموسہ یا پھر دو چار براؤن بریڈ یا رس بھی لے سکتے ہیں۔ میتھی اور ان چھنے آٹے کی روٹی ضرور لیں۔ اس کے علاوہ رات کو تراویح سے فارغ ہو کر رات کو بغیر چینی کے چائے یا اس کے ساتھ نمکین بسکٹ لیے جاسکتے ہیں۔ اوپر دی گئی ہدایات کے ساتھ ضروری ہے کہ شوگر کی بیماری میں تمام غذائی احتیاطوں پر عمل کیا جائے۔ اس کے ساتھ ہلکی ورزش اور سیر بیماری کنٹرول کرنے میں مدد کرتے ہیں۔

○ ذیابیطس کے تیسری قسم میں وہ مریض شامل ہیں جو انسولین پر ہوتے ہیں۔ ان مریضوں کو خاص احتیاط کی ضرورت ہے۔ ایسے مریض جن کا شوگر لیول خطرناک حد تک بڑھا ہوا نہ ہو اور وہ انسولین کے زیادہ یونٹ استعمال نہ کر رہے ہوں، وہ روزہ رکھ سکتے ہیں۔ انسولین کی خوراک کو سحری، افطاری اور رات کے درمیانی حصے کے مطابق مقرر کیا جاسکتا ہے۔ لیکن اگر کبھی دوران روزہ طبیعت زیادہ خراب ہو جائے تو روزہ اسی وقت توڑا جاسکتا ہے۔

یہ بات پیش نظر رہے کہ اگر آپ کسی قسم کی بیماری میں مبتلا ہیں اور آپ نے رمضان المبارک میں روزے رکھنے کی نیت کر لی ہے تو اللہ تعالیٰ کی مہربانی سے آپ ضرور کامیاب ہوں گے۔ لیکن اگر دوران روزہ کسی وقت طبیعت خراب ہو جائے تو اس وقت چونکہ شرعی عذر ہوتا ہے تو روزہ افطار کر کے فوراً ڈاکٹر سے مشورہ کریں

# طالبان کے خلاف فوجی آپریشن اور پاک بھارت تعلقات

## خلافت فورم میں فکر انگیز مذاکرہ

**مہمانانِ گرامی:** بریگیڈیئر (ر) ڈاکٹر غلام مرتضیٰ (دفاعی تجزیہ کار)
ایوب بیگ مرزا (ناظم نشر واشاعت تنظیم اسلامی)

میزبان: وسیم احمد
مرتب: فرقان دانش

**سوال:** طالبان کے ساتھ مذاکرات کے لیے حکومتی کمیٹی کے رُکن میجر عامر نے کہا ہے کہ طالبان مذاکرات کے لیے سنجیدہ ہیں جبکہ حکومت سنجیدہ نہیں ہے۔ عرفان صدیقی کا یہ کہنا ہے کہ طالبان سے مذاکرات کی گاڑی دلدل میں پھنس گئی ہے۔ کیا آپ کے خیال میں دونوں فریقین نے اس حوالے سے اخلاص کا مظاہرہ کیا ہے؟

**ایوب بیگ مرزا:** اس دفعہ میجر عامر نے جو گفتگو کی ہے وہ میں نے سنی ہے اور میں اس سے خاصا متاثر ہوا ہوں۔ اس لیے کہ حکومتی کمیٹی میں ہونے اور نواز شریف کے بہت قریب ہونے کے باوجود انھوں نے بڑی حقیقت پسندی اور حق گوئی کا مظاہرہ کیا ہے۔ انھوں نے صاف صاف کہا کہ طالبان مذاکرات میں سنجیدہ تھے۔ اس پر اینکر نے سوال کیا کہ آپ کے پاس ان کی سنجیدگی کا کیا ثبوت ہے۔ جواباً انھوں نے تین چار واقعات بیان کیے، جن سے طالبان کی مذاکرات میں سنجیدگی کا اندازہ ہوتا ہے۔ انھوں نے بتایا کہ میں نے انہی وجوہات پر کمیٹی سے علیحدگی اختیار کی ہے۔ میجر عامر ''گھر کے بھیدی'' ہیں۔ یہ بات تو اظہر من الشمس ہے کہ حکومت کے اخلاص کا معاملہ بعد میں آتا ہے، پہلے یہ تمام معاملات فوج سے متعلق تھے۔ فوج کے تعاون کے بغیر وہ مذاکرات کے حوالے سے کوئی فیصلہ نہیں کر سکتے تھے۔ لیکن ہم شروع سے دیکھ رہے ہیں کہ فوج اور حکومت دونوں ایک Page پر نہیں تھے۔ ان مذاکرات میں اگرچہ فوج اور حکومت ایک فریق تھے، لیکن ان کے خیالات میں بہت فرق تھا۔ میری رائے میں فوج بھی مذاکرات کے حق میں تھی۔ لیکن حکومت نے عوام اور میڈیا کو یہ تاثر دیا کہ ہم تو مذاکرات کے حق میں ہیں، لیکن ہمارے راستے میں رکاوٹ یہ ہے کہ فوج مذاکرات کے حق میں نظر نہیں آتی۔ یعنی فوج آپریشن کرنا چاہتی ہے۔ گویا حکومت فوج کے ذریعے آپریشن بھی کروانا چاہتی تھی اور اپنا امیج عوام اور طالبان کے سامنے بہتر رکھنا چاہتی تھی۔ حکومت کی اس دو رُخی پالیسی سے معاملہ زیادہ خراب ہوا۔ حکومت کی خواہش تھی کہ کام بھی ہو جائے او رہمارے بارے میں طالبان اور عوام میں کوئی بُرا امیج بھی پیدا نہ ہو اور برائی صرف فوج کے حصے میں آئے۔ فوج نے اس بات کو سمجھا، جس کی وجہ سے فوج اور حکومت کے درمیان خلیج بہت بڑھ بڑی ہوگئی۔ آرمی اور عدلیہ کے لیے بہت مشکل ہوتا ہے کہ وہ سامنے آکر ایسے اختلافات کو بے نقاب کریں۔ مذاکرات کے حوالے سے جب یہ کمیٹیاں قائم ہوئی تھیں تو نواز شریف خود اسمبلی میں آئے تھے۔ جب اُنھوں نے ان کمیٹیوں کا اعلان کیا تھا، اس وقت نواز شریف کی گفتگو سے یوں محسوس ہوتا تھا کہ ابھی آپریشن کا حکم دے دیں گے۔ لیکن گفتگو کے آخری حصے میں اُنھوں نے ایک دم یوٹرن لیا اور کمیٹی کے ارکان کا اعلان کر دیا۔ اس پر لوگوں نے یہ تاثر لیا اور کہا کہ ان کی گفتگو کا پہلا حصہ وہ تھا جو فوج چاہتی تھی یعنی آپریشن، لیکن گفتگو کے آخری حصے میں جو یوٹرن لیا وہ اصل میں حکومت چاہتی ہے اور حکومت نے فوج کی اس خواہش کو ٹرن ڈاؤن کر کے فیصلہ کیا ہے کہ ہم آپریشن نہیں کریں گے بلکہ مذاکرات ہی کریں گے۔ لہٰذا حکومت کا امیج مذاکرات کا اور فوج کا امیج آپریشن کے حق میں ابھرا اور یہ بات عام ہوگئی۔ میں سمجھتا ہوں کہ فوج اور حکومت کے درمیان خلیج پیدا ہونے کی ایک بہت بڑی وجہ یہ تھی۔

**سوال:** چوہدری نثار نے کہا ہے کہ شمالی وزیرستان میں محدود فوجی آپریشن کیا جا رہا ہے اور شدت پسندوں کی طرف سے کسی بھی کارروائی کا جواب ضرور دیا جائے گا۔ کیا اس وقت حکومت کی طرف سے شروع کیا جانے والا فوجی آپریشن ملک وقوم کے مفاد میں ہے؟

**ڈاکٹر غلام مرتضیٰ:** نواز حکومت کو قائم ہوئے ایک سال کا عرصہ ہی ہوا ہے۔ شروع میں اُنھوں نے اعلان کیا تھا کہ مذاکرات کے ذریعے دہشت گردی کے مسئلے سے نمٹیں گے۔ اس حوالے سے اُنھوں نے آل پارٹیز کانفرنس بھی بلائی، جس میں یہ فیصلہ ہوا تھا کہ مذاکرات کیے جائیں، گویا ان کو تمام سیاسی پارٹیوں کی اشیر باد بھی حاصل ہوگئی تھی۔ لیکن کافی عرصے گزرنے کے بعد حکومت کوئی سٹرٹیجی نہیں بنا سکی کہ مذاکرات شروع کیسے ہوں۔ ایسے لگتا تھا کہ حکومت کے پاس کوئی پلان نہیں تھا کہ مذاکرات کیے جائیں یا آپریشن کیا جائے۔ اس گومگو کی کیفیت کے ساتھ فیصلہ کیا گیا کہ مذکرات کیے جائیں گے اور بڑی نیم دلی کے ساتھ کچھ کمیٹیوں کے نام اناؤنس کیے گئے۔ وہ کمیٹی بھی بعد میں اُنھیں توڑنی پڑی یعنی بیل منڈھے چڑھ ہی نہیں رہی تھی۔ مذاکرات کی ضرورت پر سب کا اتفاق تھا لیکن حکمران بادل نخواستہ مذاکرات کی طرف گئے اور دلدل میں پھنس گئے۔ اسی لیے عرفان صدیقی کا بیان آیا تھا کہ حکومت دلدل میں پھنسی ہوئی ہے کیونکہ وہ سنجیدہ نہیں تھی۔ طالبان نے بھی مذاکرات کے لیے رضامندی کا اظہار کیا۔ یہ دوسری بات ہے کہ ان میں دو گروپ بن گئے، ایک مذاکرات کے حق میں اور دوسرا خلاف تھا۔ اگر ایکشن مفید ہوتا تو دس سال سے یہ ایکشن ہو رہا ہے، مسئلہ کب کا حل ہو چکا ہوتا۔ مگر دس سالہ ایکشن سے کوئی خاطر خواہ کامیابی نہیں ہو سکی بلکہ دہشت گردی کے واقعات میں روز بروز اضافہ ہی ہوا، جو مذاکرات کے بعد کم ہو گئے تھے۔ مطلب یہ ہے کہ طالبان مذاکرات کے حوالے سے یکسو تھے، حکومت یکسو نہیں تھی۔ اب جو دوبارہ ایکشن شروع کیا گیا ہے اور اُسے محدود آپریشن کہا جا رہا ہے۔ حقیقت میں یہ محدود آپریشن نہیں ہے۔ محدود آپریشن تو یہ ہوتا ہے کہ فوج الرٹ ہوتی اور صرف دہشت گردوں کے خلاف ایکشن لیا جاتا جبکہ آپ دیکھ رہے ہیں کہ ہوائی بمباری کی جا رہی ہے۔ ایکشن کا دائرہ وسیع ہوا ہے، محدود نہیں۔

**سوال:** عام رائے یہ ہے کہ ان مذاکرات کی راہ میں امریکہ اور فوج حائل تھی۔ لہٰذا یہ مذاکرات کامیاب کیسے

ہو سکتے تھے؟

**ڈاکٹر غلام مرتضیٰ:** یہ بات پہلے بھی آئی تھی کہ امریکی حکومت مذاکرات کے حق میں نہیں ہے، حالانکہ حالات کے تناظر میں دیکھا جائے تو یہ بات واضح ہوتی ہے کہ امریکہ نے ان مذاکرات میں کوئی دلچسپی نہیں دکھائی کہ مذاکرات ہوں یا نہ ہوں۔ پاکستان کے معاملات میں امریکی دلچسپی اس حد تک ہے کہ وہ چاہتا ہے کہ پاکستان کے راستے امریکی افواج کی واپسی پرسکون انداز میں ہو جائے۔ خواہ مذاکرات کے ذریعے ایسا ماحول بنے یا آرمی ایکشن کے ذریعے، ان کی فوجیں پُرسکون انداز سے نکل جائیں۔ دونوں حالتوں میں امریکہ کا مفاد تھا۔ اس لیے آپ نے دیکھا کہ ڈرون حملوں کی تعداد بہت کم ہو گئی تھی۔ اب ایکشن دوبارہ شروع ہونے کے بعد جو حالات سامنے آ رہے ہیں اس سے تو یہ ثابت ہو رہا ہے کہ امریکہ پیچھے ہو نہ ہو حکومت مذاکرات میں یکسو ہے نہ فوجی ایکشن میں۔ ایک طرف وہ مذاکرات کی بات کرتی ہے، ساتھ ہی وزیرستان پر بمباری بھی ہو جاتی ہے۔ حالیہ خبریں یہ ہیں کہ اب تو دو بدو لڑائی ہو رہی ہے۔ دونوں طرف سے ہلاکتوں کی خبریں آ رہی ہیں۔ جو لوگ جنوبی وزیرستان میں بیٹھے ہیں جب وہ حملہ کرتے ہیں تو ظاہر ہے کہ فوج کا نقصان بھی کافی ہوتا ہے۔ بہرحال حکومت کو یکسو ہو کر کوئی پالیسی اختیار کرنی چاہیے۔ اس وقت جو حالات ہماری سرحدوں پر انڈیا اور افغانستان کے حوالے سے نظر آ رہے ہیں ایسا لگتا ہے کہ حکومت کو کوئی ایک واضح پالیسی اپنانا پڑے گی۔

**سوال:** کہا یہ جا رہا ہے کہ فوج نے طالبان میں پھوٹ ڈلوا کر پہلے انھیں کمزور کیا اور اب ان پر فوجی آپریشن مسلط کر دیا ہے۔ یہ بات کہاں تک درست ہے؟

**ڈاکٹر غلام مرتضیٰ:** طالبان تو پہلے بھی کوئی ایک گروپ نہیں تھے بلکہ مختلف گروپوں کا مجموعہ ہیں۔ کسی جماعت میں جب متضاد فورسز ہوتی ہیں تو مقابل قوت کو اس صورتِ حال سے فائدہ اُٹھانے کا حق ہوتا ہے۔ لہٰذا آپ فوج کو موردِ الزام نہیں ٹھہرا سکتے کہ اس نے ان میں پھوٹ ڈلوائی۔ یہ تو طالبان کا کام ہے کہ وہ اپنے اندرونی استحکام کو ملحوظِ خاطر رکھتے۔ لہٰذا یہ کہنا کہ فوج نے ان میں پھوٹ ڈلوائی صحیح نہیں۔ مثلاً فوج 10 سال سے وہاں آپریشن کر رہی ہے۔ اس دوران وہ طالبان کے خلاف اپنے حمایتی لوگوں کو استعمال کرتی رہی، جنگ میں یہ چیز تو چلتی رہتی ہے۔ سوال یہ ہے کہ طالبان کی آپس میں جو چپقلش چل رہی ہے اس کی وجوہات کیا ہیں؟ حکیم اللہ محسود کے بعد فضل اللہ کو انھوں نے کیوں اپنا امیر بنایا، حالانکہ اس کا تعلق وزیرستان سے نہیں تھا۔ یہاں پر جو لوگ ہیں وہ یہ چاہتے تھے کہ حکومت کے ساتھ مذاکرات کریں۔ جبکہ فضل اللہ کا موقف بالکل متضاد تھا۔ یہ چیزیں بالکل واضح ہیں۔ فوج نے اگر اس صورتحال سے فائدہ اُٹھایا تو یہ الگ بات ہے۔ اس کے بعد خالد سجنا آیا تو اس نے کہا کہ وہ مذاکرات میں سنجیدہ ہے۔ یہ باتیں ان کی اپنی اندرونی سیاست ہے۔ میرا خیال ہے کہ اس میں فوج کو کوئی خاص سرگرمی نہیں کرنا پڑی۔ اس وقت اہم بات یہ ہے کہ اگر وزیرستان کے عوام مذاکرات کے حق میں ہیں اور مذاکرات کے ذریعے اس مسئلہ کو حل کرنا چاہتے ہیں تو ہماری حکومت کو آگے بڑھ کر اس موقع سے فائدہ اُٹھانا چاہیے۔

**ایوب بیگ مرزا:** ڈاکٹر صاحب ٹھیک فرما رہے ہیں کہ فوج کے بارے میں یہ کہنا کہ اس نے پھوٹ ڈلوائی ہے منطقی بات نہیں۔ حکیم اللہ محسود کی ہلاکت کے بعد طالبان سے بہت بڑی سیاسی غلطی یہ ہوئی ہے کہ انھوں نے ایک ایسے آدمی کو اپنا لیڈر بنا لیا جو پاکستان میں موجود ہی نہیں تھا بلکہ افغانستان میں باقاعدہ اس نے اپنا اڈہ بنایا ہوا ہے، جہاں پر وہ جنگی تیاریاں کرتا ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ طالبان نے وقتی طور پر یہ غلطی کی اور اس کو صرف اس لیے قبول کر لیا کہ حکیم اللہ محسود کی ہلاکت کے بعد ان میں پھوٹ پڑ چکی تھی، جس کو انھوں نے اس ذریعے سے چھپانے کی ناکام کوشش کی۔ حکیم اللہ محسود کی ہلاکت کے بعد خالد سجنا کا انداز بتا رہا تھا کہ مذاکرات کو آگے لے کر چلنا چاہیے۔ فضل اللہ پاکستان سے باہر تھا۔ اس کو مذاکرات میں کوئی دلچسپی نہیں تھی۔ لہٰذا آپ یوں کہیے کہ ایک کمانڈر کا مفاد کچھ اور ہے اور اس کے رضا کار جو پاکستان کے اندر تھے ان کا مفاد کچھ اور تھا۔ میں یہ سمجھتا ہوں کہ ان کی سیاسی غلطی ان کی اس پھوٹ کی وجہ بنی۔

> **قبائلی علاقوں میں فوجی آپریشن انتہائی احمقانہ قدم ہے۔ اس وقت مشرقی بارڈر پر انتہا پسند جماعت برسراقتدار آئی ہے۔ ایسی نازک صورتحال میں یہ آپریشن انتہائی ضرر رساں ثابت ہو گا**

**سوال:** پاکستان کا مشرقی بارڈر ہندو انتہا پسند جماعت کے برسراقتدار آنے کے بعد محفوظ نہیں رہا۔ کیا ان حالات میں مغربی بارڈر پر اپنے ہی عوام کے خلاف فوج کا برسرِپیکار ہونا ملک وقوم کے مفاد میں ہے؟

**ایوب بیگ مرزا:** میں سمجھتا ہوں یہ انتہائی احمقانہ قدم ہے۔ اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ پاکستان میں جو دہشت گردی ہوتی ہے، خاص طور پر عوام کو جو مارا جاتا ہے ہم نے کبھی اس کی حمایت نہیں کی۔ خواہ وہ تحریک طالبان پاکستان والے کریں یا کوئی اور کرے۔ سویلین کو مارنا درست نہیں ہے۔ اس کے لیے کوئی بھی مثبت اصطلاح استعمال نہیں کی جاسکتی۔ اس وقت مشرقی بارڈر پر انتہا پسند جماعت برسراقتدار آئی ہے۔ ایسی نازک صورتحال میں یہ آپریشن انتہائی ضرر رساں ثابت ہو گا۔ ویسے بھی یہ کوئی بہتر آپشن نہیں تھا۔ آج تک ہم نے جتنے آپریشن کیے ان میں سے کسی ایک نے بھی مثبت نتائج پیدا نہیں کیے، بلکہ منفی نتائج ہی برآمد ہوئے۔ مانا کہ تحریک طالبان پاکستان نے ایسی حرکتیں کی ہیں جس پر فوج اشتعال میں آئی ہو گی۔ لیکن ہر ایکشن کا اس طرح ری ایکشن نہیں ہونا چاہیے۔ ری ایکشن کرتے وقت وسیع تر مفاد کو سامنے رکھنا چاہیے۔ ہمارا اس وقت وسیع تر مفاد یہ تھا کہ ہر حال میں ان کی اس اشتعال انگیزی کو سمجھتے ہوئے مذاکرات ہی کا معاملہ اختیار کیا جاتا۔ اگر مذاکرات کی گاڑی دلدل میں پھنس گئی ہے تو ہم ایک کوشش ضرور کرتے کہ وہ گاڑی پٹڑی پر چڑھ جاتی۔ فوجی آپریشن نہ کبھی حل تھا نہ کبھی ہو سکتا ہے۔ انھیں تحمل اور برداشت کا مظاہرہ کرنا چاہیے تھا۔ کسی اور انداز سے ان کو پھر مذاکرات ہی کی طرف لانا چاہیے تھا۔ اس لیے کہ ہمارے مشرقی بارڈر کا معاملہ یہ ہے، وہ کبھی محفوظ نہیں تھا، لیکن اب انتہائی غیر محفوظ ہو چکا ہے۔ آپ کو معلوم ہے کہ نریندر مودی کانگریس کی حکومت کو طعنہ دیتا تھا اور کہتا تھا کہ نواز شریف نے ہمارے وزیراعظم کو دیہاتی عورت بھی کہا لیکن یہاں کسی کو غیرت نہیں آئی۔ اگر میری حکومت آئی تو میں داؤد ابراہیم کو پاکستان سے اس طرح لے آؤں گا جس طرح امریکہ اُسامہ کو لے گیا۔ یہ کھلی دھمکیاں ہیں۔ تحریک طالبان پاکستان کے لوگ بھی یہ بات واشگاف الفاظ میں کہہ چکے ہیں کہ اگر کبھی ہندوستان نے پاکستان پر حملہ کیا تو ہم پاکستان کی فوج کے ساتھ کندھا ملا کر بھارت کے خلاف لڑیں گے۔ ہمیں ان کی ہمدردی حاصل کر کے اپنے اصل دشمن کی طرف توجہ دینی چاہیے، جو ہمارا ازلی اور ابدی دشمن ہے۔ اب تو مودی کی صورت میں مجسم ہندو ذہنیت اقتدار

میں آ گئی ہے۔ اس نے صاف کہا ہے کہ اگر پاکستان دہشت گردی سے باز نہ آیا تو میں امریکہ کے ساتھ مل کر پاکستان کو نیست و نابود کر دوں گا۔

**سوال**: کیا نریندر مودی نے پاکستان کے حوالے سے اپنے موقف میں تبدیلی کرتے ہوئے نواز شریف کو اپنی حلف برداری کی تقریب میں شرکت کی دعوت دی۔ اِس بارے میں آپ کا کیا خیال ہے؟

**ڈاکٹر غلام مرتضیٰ**: نریندر مودی راشٹریہ سیوک سنگھ کے بڑے متحرک کارکن رہے ہیں، جو ایک بنیاد پرست ہندو تنظیم ہے۔ اس تنظیم کا خیال ہے کہ ہندوستان صرف ہندوؤں کے لیے بنا ہے۔ اسی تناظر میں گجرات میں جو واقعات ہوئے اس میں بڑی بے حسی کا مظاہرہ کیا گیا۔ تقریباً ایک ہزار کے قریب مسلمانوں کی ہلاکتیں ہوئیں۔ یہ سب کچھ نریندر مودی کی گجرات میں وزارت علیا کے دور میں ہوا۔ لیکن اُنھوں نے کبھی اس واقعہ کی مذمت نہیں کی۔ اس پس منظر کے ساتھ جب وہ الیکشن میں آئے تو انھوں نے پاکستان کے خلاف بڑے سخت بیانات دیے۔ ایک اور زاویہ سے آپ دیکھیں تو ان کی کامیابی کی وجہ یہ بھی ہے کہ گجرات کی دس سالہ وزارت علیا کے دوران اُنھوں نے وہاں کی معیشت کو بہت بہتر کیا تھا اور وہاں کے صنعت کار اور تاجروں کو بڑی ترقی دی۔ بہر حال پاکستان کی مخالفت اور معاشی ترقی کے خواب نے بھی ان کے ووٹ بینک میں اضافہ کیا۔ دوسری طرف کانگریس کی پہچان ہمیشہ سیکولر حکومت کی رہی۔ اس نے ہمیشہ دوقومی نظریہ کی نفی کی ہے۔ یعنی ان کا موقف یہ رہا ہے کہ دوقومی نظریہ غلط تھا، ہم اور مسلمان ایک ہی قوم ہیں۔ جبکہ نریندر مودی جس راستے پر چل کر اب وزیر اعظم بنے ہیں اسے اگر پاکستان کے تناظر میں دیکھا جائے تو اس نے ہمارے دوقومی نظریے کو ایک نئی زندگی دے دی ہے۔ وہاں دوقومی نظریہ دوبارہ زندہ ہو گیا ہے۔ اب جو اُنھوں نے نواز شریف کو دعوت دی تھی اس کا مقصد ان کا یہ ایجنڈا تھا کہ وہ ہندوستان کے معاشی حالات کو بہتر بنانا چاہتے ہیں۔ وہ باہر کی منڈیوں کی طرف دیکھ رہے ہیں۔ پاکستان بھی بذات خود ان کے لیے بہت بڑی منڈی ہے۔ وہ پاکستان سے گزر کر افغانستان اور وسطی ایشیائی ممالک کی منڈیوں تک رسائی چاہتے ہیں۔ ضرورت اس بات کی ہے کہ ہم اس موقع سے فائدہ اُٹھاتے ہوئے اپنی معیشت کو بھی دیکھیں۔ اس کے ساتھ ہمیں دیکھنا چاہیے کہ ہندوستان اگر ہندوتوا کو بڑھاوا دے رہا ہے تو ہمیں بھی اپنی اصل بنیاد کی طرف جانا چاہیے۔ ہمیں بھی اُس مقصد کی طرف جس کے لیے یہ ملک قائم کیا گیا تھا، پیش رفت کرنی چاہیے اور اسلام قائم کرنا چاہیے۔ اگر یہاں پر صحیح اسلامی حکومت آ جائے اور پھر ہندوستان کے ساتھ ہمارے اچھے تعلقات بن جائیں تو اس میں کوئی مضائقہ نہیں ہے۔ ہندوستان کے مسلمانوں نے مشرقی پاکستان کی علیحدگی کے بعد پاکستان سے اُمید لگانی چھوڑ دی تھی۔ ہندوستان کے مسلمانوں کا مورال نریندر مودی کے حکومت میں آنے سے بہت نیچے چلا گیا ہے۔ ان کا مورال اسی صورت میں بلند ہو سکتا ہے، جب پاکستان میں صحیح اسلامی حکومت قائم ہو۔

**سوال**: وزیر اعظم نواز شریف اور نریندر مودی کی ملاقات سے پاکستان کے بنیادی مسائل میں کوئی بریک تھرو آنے کا امکان ہے؟

> **اگر پاکستان میں صحیح اسلامی حکومت قائم ہو جاتی ہے تو پھر ہندوستان کے ساتھ اچھے تعلقات قائم کرنے میں کوئی مضائقہ نہیں**

**ایوب بیگ مرزا**: پہلے میں ڈاکٹر صاحب کی بات کو آگے بڑھاؤں گا۔ ایک بات کی تصحیح کر لیجیے کہ اُنھوں نے نواز شریف کو نہیں بلایا بلکہ سارک ممبرز کو بلایا۔ سارک ممالک میں پاکستان بھی شامل ہے، اسی وجہ سے وہ گئے۔ اصل میں یہ تاثر پہلے بنا ہوا تھا کہ مودی بڑا جنگجو انسان ہے۔ اس تاثر کو کسی حد تک زائل کرنے کے لیے اُنھوں نے اپنے ہمسایہ ممالک کے سربراہان کو بلایا۔ اگر چہ افغانستان ان کا ہمسایہ نہیں ہے لیکن یہ اصل میں چانکیا فلسفے کا حصہ ہے جو ہندو ذہنیت پر پوری طرح اثر انداز ہے۔ اسی فلسفے کو لے کر آج تک ہندو حکومتیں چلتی رہیں۔ وہ فلسفہ یہ ہے کہ ہمسائے سے تعلقات برے اور ہمسائے کے ہمسائے سے تعلقات اچھے رکھے جائیں۔ یہی وجہ ہے کہ سوائے افغانستان کے دنیا کے کسی اور ملک میں ہندوستان کے 16 یا 17 قونصل خانے نہیں ہیں۔ میں سمجھتا ہوں کہ ہماری حکومت نے بھی بڑی دانشمندی کا مظاہرہ کیا ہے۔ ایک تو ان کی دعوت کو قبول کرنا صحیح فیصلہ تھا۔ اس کے ساتھ ساتھ میری اطلاعات کے مطابق پاکستان نے ان کے سامنے ایک سوال رکھا تھا کہ اگر آپ ہمیں اس تقریب میں بلا رہے ہیں تو ون ٹو ون ملاقات بھی ہو، تا کہ ہمارے وفود علیحدہ ملاقات میں پاکستان اور ہندوستان کے مسائل الگ سے زیر بحث لائیں، تو پھر ہم آنے کے لیے تیار ہیں۔ لہٰذا تقریب کے بعد جو ون ٹو ون ملاقات ہوئی، اس میں پاکستان کی طرف سے یہ تجویز دی گئی کہ وزارت خارجہ کی سطح پر دو ماہ کے اندر اندر مذاکرات ہوں۔ اب عملی طور پر اس حوالے سے ہندوستان کیا کرتا ہے یہ تو وقت ہی بتائے گا۔ ہمارے وزیر اعظم کی کشمیر، پانی اور سیاچن کے بارے میں کوئی بات ہوئی ہے یا نہیں ہوئی۔ لیکن جب تک ان مسائل پر دونوں ملکوں کے درمیان براہ راست مذاکرات نہیں ہوں گے اس وقت تک بات آگے نہیں بڑھے گی۔ تاریخ بتاتی ہے کہ بھارت کی سوئی ہمیشہ کشمیر کے مسئلہ پر آ کر اٹک جاتی ہے۔ یہ ایک بہت بڑا بند ہے جو پاکستان اور ہندوستان کے درمیان تعلقات میں رکاوٹ ہے۔

**ڈاکٹر غلام مرتضیٰ**: نریندر مودی کا اقتدار میں آنا اس لحاظ سے بڑا فیصلہ کن ہو سکتا ہے کہ کانگریس کی حکومت ان مسائل پر پیش رفت اس لیے نہ کر سکی کہ اسے بی جے پی اور مودی کا خوف تھا۔ اب چونکہ وہ خود حکومت میں ہیں، لہٰذا جیسے واجپائی کے زمانے میں پیش رفت ہوئی تھی اِسی طرح اب بھی اِس کا امکان زیادہ ہے۔ پھر یہاں بھی نواز شریف وزیر اعظم ہیں۔ لہٰذا اُمید کی جا سکتی ہے کہ دونوں حکومتوں کے درمیان مسائل کے حل میں پیش رفت ہوگی۔

**ایوب بیگ مرزا**: یہ بظاہر بڑا مشکل نظر آتا ہے، کیونکہ مودی نے واضح طور پر پاکستان اور اسلام مخالف چند اعلانات کیے ہیں۔ ان سے وہ کیسے پیچھے ہٹے گا۔ البتہ اگر پاکستان اپنے قدموں پر کھڑا ہو جاتا ہے اور صحیح معنوں میں اسلامی فلاحی ریاست بن جاتا ہے تو ہمارے یہ مسائل حل ہو سکتے ہیں۔ مودی کے آنے کے بعد تو ہمارے لیے اس رُخ پر جانے کی ضرورت بہت زیادہ بڑھ گئی ہے۔ اگر اب بھی ہمارا سیکولر طبقہ اس کو نہ سمجھے تو ہمارا مستقبل بہت خطرے میں ہے۔

( قارئین اس پروگرام کی ویڈیو تنظیم اسلامی کی آفیشل ویب سائیٹ www.tanzeem.org پر خلافت فورم کے عنوان سے دیکھی جا سکتی ہے۔)

# دعوت کی ضرورت

## سورۃ العصر کی روشنی میں

اللہ تعالیٰ نے سورۃ العصر میں نجات انسانی کی چار شرائط بیان کی ہیں: ایمان، اعمال صالحہ، تواصی بالحق اور تواصی بالصبر۔ یہ شرائط دراصل کامیابی کے کم ازکم لوازم ہیں، جن سے کم تر پر نجات کا کوئی تصور نہیں ہے۔ دوسری بات یہ کہ اس سورت میں انسان کی کامیابی کے اعلیٰ مراتب کا نہیں، ادنیٰ درجے کا بیان ہے۔ اس میں محض خسارے اور گھاٹے سے بچ جانے کی شرائط کو بیان کیا گیا ہے۔ اس لئے کہ اگر یوں کہا گیا ہوتا کہ ان لوگوں کو بڑے اعلیٰ مراتب نصیب ہوں گے جن میں مذکورہ بالا چاروں صفات موجود ہوں گی تو پھر امکانی طور پر یہ خیال ذہن میں آ سکتا تھا کہ کامیابی محض کے حصول اور ناکامی سے بچنے کے لئے اس سے کم تر پر قناعت کی جاسکتی ہے۔ یعنی چار کی بجائے دو شرائط کو پورا کرنے پر بھی ہلکے درجے کی کامیابی کی اُمید کی جاسکتی ہے۔ لیکن یہاں جو اسلوب اختیار کیا گیا اس سے یہ بات بالکل واضح ہے کہ یہ انسان کی کامیابی کا کم ازکم تقاضا اور اس کی فوز وفلاح کے کم ازکم لوازم ہیں جو اس سورۂ مبارکہ میں بیان ہوئے۔

اہم ترین بات جو اس سورۂ مبارکہ پر غور وفکر سے سامنے آتی ہے، یہ ہے کہ یہاں جو لوازم نجات بیان ہورہے ہیں اور جن سے انسان کی کامیابی کو مشروط قرار دیا گیا ہے وہ سب کے سب ناگزیر ہیں، ان میں سے کسی ایک کو بھی ساقط کرنے کا کسی کو کوئی حق نہیں ہے۔ اس لئے کہ یہ کلام الٰہی ہے۔ اس کے بارے میں یہ گمان نہیں کیا جاسکتا کہ نَعُوذُ بِاللہِ اس میں محض ردیف اور قافیے کی ضرورت کے تحت کچھ اضافہ کردیا گیا ہو۔ بلکہ اس کا ایک ایک حرف اپنی جگہ اٹل ہے۔ اس میں جو بات فرمائی گئی ہے وہ جوں کی توں حقیقت ہے۔ اس میں کسی قطع وبرید اور کسی کمی وبیشی کی کوئی گنجائش ہے نہ امکان! دیکھئے، اگر کوئی معالج کسی مریض کو چار اجزاء پر مشتمل ایک نسخہ لکھ کردے تو ظاہر ہے کہ وہ چاروں اجزاء ہی اس نسخہ کے لازمی اجزاء ہوں گے۔ بلکہ بسا اوقات ایسا بھی ہوتا ہے کہ ایک جزو میں اگر کوئی ضرر رساں پہلو ہو تو دوسرا جزو اس میں مصلح کی حیثیت سے شامل ہوتا ہے۔ لہٰذا اگر کوئی مریض اپنی مرضی سے اس نسخہ میں سے کسی جزو کو ساقط کردے تو یہ بات طے ہے کہ اب یہ نسخہ اس معالج یا حکیم کا نسخہ نہیں رہا، بلکہ اب اس کی ذمہ داری اُس شخص پر ہے جس نے اس میں قطع وبرید یا کمی بیشی کی ہے۔ عین ممکن ہے کہ اب وہ نسخہ نسخۂ شفا نہ رہے بلکہ نسخۂ ہلاکت بن جائے۔

قرآن مجید کی اس سورۂ مبارکہ میں اللہ تعالیٰ نے انسان کی نجات کی جو چار شرائط بیان کی ہیں یہ چاروں شرائط ناگزیر اور ضروری ہیں۔ ان میں سے کسی ایک شرط کو بھی ساقط کرنے کا کسی کو اختیار نہیں۔ یہ بات اس پہلو سے بہت اہم ہے کہ اس وقت اُمت مسلمہ جس تنزل اور انحطاط کا شکار ہے اس کا ایک بڑا سبب بے عملی ہے۔ آج اُمت مسلمہ کی ایک عظیم اکثریت کے ذہنوں میں یہ بیٹھ گیا ہے کہ کلمہ گو بہرحال نجات پا جائے گا خواہ اس کلمے کے لیے جو اسے وراثتاً مل گیا ہے، اس نے نہ تو کوئی محنت کی ہو، نہ ترک واختیار کے کسی مرحلہ سے اسے گزرنا پڑا ہو اور نہ ہی کلمے کے عملی تقاضوں کو پورا کرنے کی جانب اس نے کبھی کوئی توجہ دی ہو۔ اسی چیز نے اُمت مسلمہ کو عمل سے یکسر فارغ کردیا۔ بقول علامہ اقبال

خبر نہیں کیا ہے نام اس کا خدا فریبی کہ خود فریبی؟
عمل سے فارغ ہوا مسلماں بنا کے تقدیر کا بہانہ

ایمان کے بعد عمل صالح سے تو مسلمان پھر بھی کسی قدر آشنا ہیں، مگر جہاں تک تواصی بالحق اور تواصی بالصبر کے حوالے سے عائد ہونے والی ذمہ داریوں کا تعلق ہے، اُمت مسلمہ بحیثیت مجموعی انہیں یکسر فراموش کرچکی ہے۔ دعوت الی اللہ، تبلیغ دین، امر بالمعروف و نہی عن المنکر، جہاد فی سبیل اللہ، شہادت علی الناس، یہ تمام فرائض تو گویا مسلمانوں کے تصور دین سے بالکل خارج ہوچکے ہیں۔ ان کے بارے میں تو یہ سمجھ لیا گیا ہے کہ شاید یہ صرف ایک مخصوص طبقہ کی ذمہ داری ہے، عام مسلمانوں کا اُن سے کوئی تعلق نہیں۔ ان تمام تصورات کی ایک بھرپور نفی اس سورۂ مبارکہ کے ذریعے کی گئی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ امام رازیؒ نے اپنی مشہور زمانہ تفسیر میں سورۃ العصر کے ضمن میں یہ جامع الفاظ تحریر فرمائے ہیں: (ترجمہ) ''جان لو کہ اس میں بڑی شدید وعید وارد ہوئی ہے، اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے خسارے، گھاٹے اور تباہی کا فیصلہ صادر فرمادیا ہے پوری نوع انسانی کے لئے، سوائے اُن کے جو ان چار چیزوں کا اہتمام کریں (ان چار شرائط کو پورا کریں) یعنی ایمان، عمل صالح، تواصی بالحق اور تواصی بالصبر۔ چنانچہ اس سے اس جانب رہنمائی ملتی ہے کہ نجات کا دارومدار چاروں چیزوں کے مجموعہ پر ہے۔''

ان چار باتوں کے مابین جو منطقی ربط ہے، اس کو ایک عام فہم مثال سے سمجھا جاسکتا ہے۔ اس دنیا میں کسی بھی اہم معاملے میں جو کسی انسان کو پیش آئے، صحیح طرز عمل یہ ہوگا کہ انسان اس معاملے کی تہ تک پہنچنے کی کوشش کرے کہ حقیقت کیا ہے۔ پھر جب حقیقت اس پر منکشف ہوجائے تو ایک معقول انسان کی روش یہ ہوگی کہ وہ اسے قبول کرے، تسلیم کرے خواہ اس کے قبول کرنے میں کسی کی ناراضی مول لینا پڑے یا کچھ ذاتی نقصان برداشت کرنا پڑے۔ اس کے بعد اگلا قدم یہ ہوگا کہ جس حق کو اس نے قبول کیا ہے اس کا اعلان بھی کرے، اس کی طرف لوگوں کو بلائے اور آخری بات یہ کہ اس معاملہ میں خواہ اُسے مخالفت کا سامنا ہو، خواہ اس کا تمسخر اڑایا جائے، اور خواہ اس کو جان کے لالے پڑ جائیں، وہ اپنے مؤقف پر ڈٹا رہے۔ سقراط کا واقعہ ہمیں معلوم ہے کہ چند حقائق اس پر منکشف ہوئے، اس نے ان کو نہ صرف خود قبول کیا بلکہ ان کا اعلان بھی کیا۔ اس راہ میں اسے زہر کا پیالہ بھی پینا پڑا۔ لیکن اس نے اعتراف واعلان حق سے منحرف ہونے کی بجائے اپنی زندگی کو قربان کردینا مناسب سمجھا۔ حالانکہ یہ حقیقت اُس پر ذاتی غوروخوض سے منکشف ہوئی تھی، کوئی الہام یا وحی نہ تھی۔ جو حقیقت وحی الٰہی سے منکشف ہوگی اُس پر ڈٹ جانا کس قدر لازم ہوگا۔ ہر معقول اور صاحب کردار

انسان کے لئے یہی ایک روش ہے جو اسے اختیار کرنی چاہئے۔ جس مرحلہ پر بھی انسان اس معقول روش کو چھوڑ کر اپنی سیرت وکردار کے بودے پن کا مظاہرہ کرے گا، تو وہ گویا اس بات کا ثبوت دے گا کہ وہ محض صورتاً ایک انسان ہے، حقیقی انسانیت سے بہرہ ور نہیں ہے۔

یہ فطرت کا عام اصول ہے کہ کوئی شے نہ ماحول سے متاثر ہوئے بغیر رہ سکتی ہے نہ اسے متاثر کئے بغیر۔ برف میں جو خنکی ہے وہ اپنے ماحول میں لازماً سرایت کرے گی اور آگ کی حرارت اپنے ماحول کو لازماً گرمائے گی۔ یہی معاملہ اخلاقیات کے میدان میں بھی ہے۔ اگر کسی انسان میں عمل صالح حقیقتاً پیدا ہو جائے تو وہ لازماً ماحول میں بھی نفوذ کرے گا اور اس سے نیکی اور بھلائی کو لازماً فروغ ملے گا۔ گویا عمل صالح کا فطری نتیجہ تواصی بالحق ہے۔ اگر اجتماعی ماحول خراب ہے تو اس کی خرابی لازماً افراد کی زندگیوں میں سرایت کرے گی اور اس سے بچنے کی ایک ہی راہ ممکن ہے کہ ماحول کو تبدیل کر دیا جائے یا کم از کم اس کو تبدیل کرنے کی جدوجہد مسلسل جاری رکھی جائے۔ اس طرح اگر ماحول تبدیل نہ بھی ہوا تو کم از کم وہ فرد ''جارحیت بہترین دفاع ہے'' کے اصول پر عمل پیرا ہو کر اپنا دفاع ضرور کر لے گا۔ اسی لئے حضور ﷺ نے فرمایا کہ:

((مَنْ رَاٰی مِنْکُمْ مُنْکَرًا فَلْیُغَیِّرْہُ بِیَدِہٖ، فَاِنْ لَّمْ یَسْتَطِعْ فَبِلِسَانِہٖ فَاِنْ لَّمْ یَسْتَطِعْ فَبِقَلْبِہٖ، وَذٰلِکَ اَضْعَفُ الْاِیْمَانِ)) (رواہ مسلم)

''تم میں سے جو کوئی برائی دیکھے تو (اس کا فرض ہے کہ) اسے بزور بازو (نیکی سے) بدل دے، اگر اس کی قوت نہ رکھتا ہو تو زبان سے (منع کرے) اور اگر اس کی بھی طاقت نہ رکھتا ہو تو کم از کم دل سے (ضرور بُرا جانے اور اس کو نہ روک سکنے پر متاسف ہو) اور یہ ایمان کا کمزور ترین درجہ ہے۔''

تواصی بالحق انسان کی شرافت کا بھی لازمی تقاضا ہے۔ اس لئے کہ جو حق کسی انسان پر منکشف ہوا ہے اور جسے خود اس نے اختیار کیا ہے اس کی انسان دوستی کا یہ لازمی تقاضا ہے کہ اسے دوسروں کے سامنے بھی پیش کرے، تاکہ زیادہ سے زیادہ لوگ اس سے نفع اندوز ہوں اور اس کی برکتوں سے متمتع ہو سکیں۔ اسی لئے آنحضور ﷺ نے فرمایا کہ: ((لَا یُؤْمِنُ اَحَدُکُمْ حَتّٰی یُحِبَّ لِاَخِیْہِ مَا یُحِبُّ لِنَفْسِہٖ)) (صحیح بخاری) یعنی ''تم میں سے کوئی شخص مومن نہیں ہو سکتا جب تک وہ اپنے بھائی کے لئے وہی کچھ پسند نہ کرے جو اپنے لئے کرتا ہے۔'' اور آخری درجہ میں یہ انسان کی غیرت اور حمیت کا تقاضا بھی ہے کہ جس حق کو اُس نے خود قبول کیا ہے اس کا پرچار کرے، اس کا مبلغ اور علم بردار بنے اور اس کا بول بالا کرنے کے لئے تن، من، دھن لگا دے۔

سیدھی سی بات ہے کہ اگر انسان ایک خاص طرز کو اختیار کرتا ہے جبکہ ماحول کسی اور رنگ میں رنگا ہوا ہے تو فطری طور پر دو ہی صورتیں ممکن ہیں۔ ایک یہ ہے کہ ''زمانہ با تو نہ سازد تو با زمانہ بساز'' کے مطابق خود بھی ماحول ہی کے رنگ میں رنگا جائے، تاکہ دوئی ختم ہو جائے اور تصادم باقی نہ رہے، اور دوسری صورت جو مطلوب ہے یہ کہ ''زمانہ با تو نہ سازد تو با زمانہ ستیز'' کی روش اختیار کر کے انسان ماحول سے ٹکر لے کر اسے اپنے رنگ میں رنگنے کی کوشش کرے۔ ایک شریف، باوقار، غیور اور باحمیت انسان تو صرف یہی راہ اختیار کر سکتا ہے۔ وہ اس کو تو گوارا کر لے گا کہ ''بازی اگرچہ پا نہ سکا سر تو کھو سکا!'' کے مصداق اپنی جان دے دے، لیکن اسے ہرگز گوارا نہیں کر سکتا کہ تن آسانی اور عافیت کوشی کی راہ چل کر حق سے غداری کا مرتکب ہو جائے۔

الغرض ـــــ جس اعتبار سے بھی دیکھا جائے تو نظر یہی آتا ہے کہ ایمان، عمل صالح، تواصی بالحق اور تواصی بالصبر ایک جانب تو نجات کے ناگزیر لوازم ہیں اور دوسری جانب خود باہم لازم وملزوم ہیں، بلکہ ان چاروں پر علیحدہ قدرے گہرائی میں اتر کر غور کرنے سے جو حقیقت منکشف ہوئی وہ یہ ہے کہ یہ چاروں ایک ہی وحدت کے ناقابل تقسیم پہلو ہیں اور ایک ہی کل کے اجزائے غیر منفک ہیں۔ گویا عمل صالح، تواصی بالحق اور تواصی بالصبر، ایمان ہی کے تقاضے ہیں۔ بقول اقبال ع ''یہ سب کیا ہیں فقط ایک نکتۂ ایماں کی تفسیریں'' اگر ایمان حقیقی کی دولت آدمی کو میسر آ جائے تو اس سے عمل صالح ضرور پیدا ہوگا، اور عمل صالح اگر پختہ ہو جائے تو لازماً تواصی بالحق پر منتج ہوگا اور تواصی بالحق اگر واقعی اور حقیقی ہے تو تواصی بالصبر کا مرحلہ ضرور آ کر رہے گا، یہاں تک کہ اس کی عکسی صورت (Converse Proposition) بھی بالکل درست ہے۔ یعنی یہ کہ تواصی بالصبر کا مرحلہ نہیں پیش آیا تو یہ ثبوت ہے اس بات کا کہ دعوت پورے حق کی نہیں ہے، بلکہ اس کے صرف کسی جز کی دی جا رہی ہے اور اگر دعوت کا مرحلہ نہیں آتا تو یہ حتمی ثبوت ہے اس کا کہ انسان کا اپنا عمل صحیح اور پختہ نہیں ہے، اور اگر عمل درست نہیں ہو رہا تو یہ مظہر ہے اس کا کہ ایمان حقیقی ہی موجود نہیں۔

گویا سورۃ العصر نجات کی جس شاہراہ کی طرف راہنمائی فرماتی ہے اور انسان کامیابی کے لئے جس صراط مستقیم کی نشاندہی کرتی ہے اس کے چار سنگ ہائے میل ہیں۔ پہلا ایمان، دوسرا عمل صالح، تیسرا تواصی بالحق اور چوتھا تواصی بالصبر۔

آنحضور ﷺ کی حیات طیبہ میں یہ چاروں چیزیں اپنی بلند ترین شان کے ساتھ بتمام وکمال موجود ہیں۔ حضور ﷺ نے سب سے پہلے اپنی اور کائنات کی حقیقت پر مطلع ہونا چاہا اور جب از روئے ﴿وَوَجَدَکَ ضَآلًّا فَهَدٰی﴾ جبریل امین نے حقائق کا کامل انکشاف کیا تو اس کی تصدیق فرمائی۔ قرآن مجید میں فرمایا گیا: ﴿اٰمَنَ الرَّسُوْلُ بِمَآ اُنْزِلَ اِلَیْهِ مِنْ رَّبِّهٖ وَالْمُؤْمِنُوْنَ﴾ (البقرہ:285) ''ایمان لایا رسول اُس پر جو نازل کیا گیا اُس پر اُس کے رب کی جانب سے اور ایمان لائے اہل ایمان۔'' دوسری طرف آپؐ کی زندگی اخلاق حسنہ کا کامل نمونہ اور خلق عظیم کا شاہکار تھی۔ جیسے کہ فرمایا گیا ﴿وَاِنَّکَ لَعَلٰی خُلُقٍ عَظِیْمٍ O﴾ (القلم:4) یعنی آپ یقیناً نہایت اعلیٰ اخلاق کے حامل اور اخلاق کے بلند ترین مقام پر فائز ہیں۔

سیرت طیبہ پر نگاہ ڈالیں آپؐ نے ایمان اور عمل صالح کے ان بنیادی تقاضوں کو بتمام وکمال پورا کرتے ہوئے مسلسل تیئس برس حق کی دعوت اور ذات باری تعالیٰ کی کبریائی کے اعلان ونفاذ کی ان تھک جدوجہد میں صرف کئے، اور اس راہ میں ہر تکلیف اور مصیبت کو برداشت کیا، ہر مشکل کو جھیلا اور ہر مخالفت کا مردانہ وار مقابلہ کیا۔ چنانچہ شعب ابی طالب میں تین سال کی شدید ترین قید کی صعوبتیں بھی سہیں، طائف کے بازاروں میں اوباشوں کی فقرہ بازی اور سنگ باری بھی برداشت کی، غزوات میں خود اپنے دندان مبارک کے علاوہ اپنے قریب ترین اعزہ اور عزیز ترین جاں نثاروں کی جانوں کا ہدیہ بھی بارگاہ ربانی میں پیش کیا اور تیئس برس کی شبانہ روز محنت اور مشقت سے بالآخر حق کا بول بالا کر دیا اور خدا کے دین کو جزیرہ نمائے عرب میں غالب کر کے ہی رفیق اعلیٰ کی طرف مراجعت اختیار فرمائی۔ فصلی اللّٰہ علیہ وعلی آلہ واصحابہ وسلم تسلیماً کثیرا کثیرا

# علاقائی ثقافتیں اور عورتوں کا قتل

اوریا مقبول جان

کیسے کیسے گھبرو، غیرت مند پنجابی اور اپنی بڑائی کی داستانیں بیان کرنے والے زندہ دلان لاہور اس دن ہائی کورٹ میں موجود تھے، جب ایک بچی اینٹوں اور پتھروں کی زد میں تھی۔ وہ تڑپتی سسکتی رہی لیکن کسی جاٹ، راجپوت، آرائیں، کشمیری، سید، گجر اور دیگر پنجابی غیرت مند اقوام کے فرد میں ہمت نہ ہوئی کہ اس کی جان بچاتا اور کیوں کر بچاتا کہ یہ رویہ تو ان کے اپنے رگ وپے میں تین ہزار سال سے ایک روایت کے طور پر ڈوبا رہا ہے کہ عورت ان کی ذاتی جاگیر ہے۔

جاٹ کی لڑکی، راجپوت کی بیٹی یا گجر کی بہن کسی دوسرے خاندان میں اپنی مرضی سے شادی کر کے تو دکھائے۔ جو عورت ہماری ناک کٹوائے گی ہم اسے دنیا میں رہنے نہیں دیں گے۔ یہ عورتیں ہماری روایات کو نہیں جانتیں، ہمارے آباء واجداد کا انہیں علم نہیں۔ ہم تو وہ لوگ ہیں کہ جب جنگ کرنے نکلتے تو قلعوں میں عورتوں کو بند کر کے آگ لگا دیتے تھے، تاکہ شکست کی صورت میں یہ دشمن کے ہاتھ نہ آجائیں۔ ہم تو نسل در نسل ایک خون اور ایک ہی برادری میں رشتے کرتے تھے کہ کہیں ہماری رگوں میں کسی ادنیٰ خون کی آمیزش نہ ہو جائے۔

یہ سب صرف پنجاب یا پنجابیوں تک محدود نہیں۔ بلوچستان میں جب کسی عورت کو سیاہ کار کیا جاتا ہے تو پورے کا پورا قبیلہ اسے بلوچی رسم ورواج کا نام دیتا ہے۔ ہر قبیلے کا ہزاروں سال سے عورتوں کے ساتھ ایک جیسا سلوک اور رویہ ہے جو چلا آرہا ہے۔ مری قبائل کے لوگ اپنی عورتوں کو گوشت نہیں کھلاتے کہ وہ کہتے ہیں جو خود گوشت ہے اسے گوشت کیا کھلانا۔ سیاہ کاری میں جب لڑکی کو قتل کیا جاتا ہے تو پھر پورے قبیلے پر یہ فرض عائد ہو جاتا ہے کہ اس لڑکے کو بھی قتل کریں۔ اگر ''سیاہ کار'' عورت بھاگ کر سردار کے ہاں پناہ لے لیتی ہے تو پھر اس کی جان تو بچ جاتی ہے لیکن اس کو سندھ کے علاقے میں بیچ دیا جاتا ہے اور اس کی فروخت سے ہونے والی آمدنی بھی آدھی رقم سردار کا حصہ ہوتی ہے اور آدھی گھر والوں کا۔ یہ سب بلوچ غیرت اور بلوچ رسم ورواج کے نام پر ہو رہا ہوتا ہے۔ پشتونوں میں بھی سیاہ کاری کے ویسے ہی قانون کئی ہزار سال سے نافذ العمل ہیں، ان کے ہاں تو صلح کی صورت میں عورتیں بدلے میں دینے کا رواج آج تک چلا آرہا ہے۔ ''سوارا'' کی رسم اسی کا ایک روپ ہے۔

غیرت مند سندھی بھی جو کئی ہزار سال سے اجرک، سندھی ٹوپی، ملاکھڑا، الغوزہ اور رقص کو اپنی ثقافت کا حصہ سمجھتے ہیں، وہ کاروکاری کو بھی ویسے ہی ثقافت کا جزو لاینفک قرار دیتے ہیں۔ ان کے سامنے بھی اگر کسی عورت کو اس جرم میں قتل کیا جا رہا ہو تو کوئی سومرو، گبول، پلیجو، زرداری، ابڑو یا بھٹو اسے بچانے کے لیے نہیں آتا۔ کسی کو ایک مظلوم کی جان بچانے کے لیے غیرت وحمیت کی داستانیں یاد نہیں آتیں۔

وہ بلوچ جو حریت کے گیت گاتے ہیں، اپنی بہادری کے قصوں پر نازاں ہوتے ہیں، ان میں سے بھی کسی مری، بگٹی، مینگل، بادینی، جمالدینی، رئیسانی، بزکانی یا لہڑی کو آپ بہادری کا طعنہ دے کر دکھائیں اور کہیں کہ اس مظلوم عورت کے پیچھے پورا قبیلہ پڑا ہوا ہے اور وہ جان بچانے کو بھاگ رہی ہے، در بدر ہو رہی ہے، تمہیں تمہاری شجاعت کا واسطہ، اس کی جان بچاؤ تو کوئی آگے نہیں بڑھے گا، بلکہ کتنے آرام سے کہہ دے گا کہ یہ ان کے قبیلے کی رسم ہے، عورت ان کی ہے، میں کیا کروں۔ اور پھر کہے گا کہ اگر میرے قبیلے میں بھی کوئی ایسی عورت ہوتی تو میں بھی اس کے ساتھ یہی سلوک کرتا۔ میں نہیں چاہتا کہ لوگ میرے بعد آنے والی میری نسلوں کو یہ طعنہ دیں کہ تمہارا باپ یا دادا بے غیرت تھا۔ بلوچستان میں ایک بڑے سردار کی بیٹی پر یہ الزام لگا تھا، پڑھا لکھا آدمی تھا، اس نے بیٹی کو قتل کرنے سے انکار کر دیا۔ آج تک اپنے قبیلے میں وہ اور اس کی اولاد واپس نہ آسکی۔

یہی حال پشتون معاشرے کا ہے، وہاں تو ایسی باتوں کا بھی عورت پر الزام لگا کر قتل کر دیا جاتا رہا ہے کہ وہ بے چاری بکریاں چرانے گئی، راستے میں سوکھی گھاس پر ستانے کو لیٹ گئی، کپڑوں میں گھاس کے تنکے دیکھ کر خاوند نے قتل کر دیا۔ یہ واقعہ صدیوں پرانا نہیں، بلکہ چند سال پہلے میری وہاں نوکری کا قصہ ہے۔ ایسے کتنے واقعات روز ہوتے ہیں لیکن کوئی یوسف زئی، کاکڑ، خلجی، غوری، اچکزئی اپنی بہادری کے جوہر دکھانے کے لیے اپنے قبیلے کے لوگوں کو لے کر ان کی عورتوں کی دادرسی کے لیے باہر نہیں آیا۔ سب اسے ایک ثقافتی مجبوری سمجھتے ہیں۔ بڑے سے بڑا پڑھا لکھا پنجابی، سندھی، بلوچ اور پٹھان اپنی اس نسلی ثقافت کا اسیر ہے۔

لیکن میرا المیہ یہ ہے کہ جب بھی ان ''عظیم'' ثقافتوں کی بھینٹ کوئی عورت چڑھتی ہے تو میرے ملک کے اکثر ''عظیم'' دانشور اس کی سزا مسلمانوں کو گالی دینے سے دیتے ہیں۔ انہیں فوراً مسلم اُمہ یاد آجاتی ہے، انہیں اسلام کے نام پر بنا ہوا ایک ملک اسلامی جمہوریہ پاکستان ستانے لگتا ہے۔ کوئی ان لوگوں کی جانب انگلی نہیں اُٹھاتا کہ جو یہ کہتے ہیں ہم تین ہزار سال سے سندھی، بلوچ، پشتون اور پنجابی ہیں، چند سو سالوں سے مسلمان ہیں اور تقریباً 70 سال سے پاکستانی۔ میرے آقا سید الانبیاء ﷺ نے جب عرب کے لوگوں کو اسلام کی دعوت دی تھی تو عرب کے بدو بھی یہی کہتے تھے کہ ہم ہزاروں سال سے عرب ہیں، تم یہ نئی باتیں کہاں سے لے کر آئے ہو۔ ہم اپنی ثقافت، تہذیب، روایات کو کیسے چھوڑ دیں۔

کوئی کالم نگار، تجزیہ کار یا اینکر پرسن آج تک یہ سوال اُٹھانے کی جرأت نہیں کر سکا کہ تم جن ثقافتوں پر ناز کرتے ہو، ان میں بھنگڑا، ساگ اور ہیر کے ساتھ غیرت کے نام پر قتل بھی تو اس کا حصہ ہے۔ اجرک، ٹوپی اور دھمال کے ساتھ کاروکاری، لیوا، نزسر اور بلوچی پگڑی کے ساتھ سیاہ کاری اور اتنڑ، رباب اور ٹپوں کے ساتھ ''سوارا'' بھی تمہاری تین ہزار سالہ ثقافتوں میں رچی ہوئی لعنتوں میں سے ہیں۔ کوئی ان قوم پرست رہنماؤں کا گریبان تھام کر سوال نہیں کرتا۔ کوئی یہ نہیں کہتا کہ تم کیسے غیرت مند پنجابی، پٹھان، بلوچ اور پشتون ہو جو مجبور اور کمزور عورتوں کو قتل کرتے پھرتے ہو۔ ہر ایک کو مسلمان، مولوی، اسلام اور

نظریۂ پاکستان یاد آ جاتا ہے، اس لیے کہ ان سب کے دماغوں میں صرف ایک مقصد چھپا بیٹھا ہے کہ وہ کس طرح اسلام اور رسول اللہ ﷺ کے فرمودات کو نشانہ بنائیں، لیکن ایسا کرنے کی جرأت نہیں کر پاتے، اسی لیے جب بھی کوئی مجبور عورت ثقافت کے نام پر قتل کی جاتی ہے تو اس جرم کی غلاظت کو مسلمانوں، مولویوں اور نظریۂ پاکستان کے کھاتے میں ڈال کر اسلام اور مسلمان کو بدنام کرنے کا ''خوشگوار'' فریضہ انجام دیتے ہیں اور پھر اس پر پھولے نہیں سماتے۔

اسلام بے گناہ عورت کو قتل کرنے کے بارے میں قرآن کی ''سورۃ التکویر'' میں اللہ تبارک وتعالیٰ کی ناراضی اور غصے کو کس شدت سے بیان کرتا ہے۔ اس سورہ کا بہاؤ ایک خاص کیفیت میں اس غصے اور ناراضی کی طرف لے جاتا ہے۔ اللہ فرماتا ہے ''جب سورج لپیٹ دیا جائے گا، جب ستارے ٹوٹ ٹوٹ کر گر پڑیں گے، جب پہاڑوں کو چلایا جائے گا، جب دس مہینے کی حاملہ اونٹنیوں کو بھی بے کار چھوڑ دیا جائے گا، جب وحشی جانور اکٹھے کر دیے جائیں گے اور جب لوگوں کے جوڑے بنا دیے جائیں گے......'' قیامت کی یہ کیفیت بتانے کے بعد اللہ اس منظر نامے میں یہ سوال اُٹھاتا ہے ''جس بچی کو زندہ گاڑا گیا اس سے پوچھا جائے گا کہ تمہیں کس جرم میں قتل کیا گیا؟'' یعنی اللہ اس وقت قاتل کے چہرے کی طرف دیکھنا تک گوارا نہیں کرے گا۔

یہ وہ دن ہوگا جب نہ پنجابی غیرت کام آئے گی اور نہ پشتون حمیت۔ نہ بلوچی شجاعت اور نہ ہی سندھی تہذیب۔ اس دن صرف میرے رب کا فیصلہ ہوگا، لیکن میرے ملک کے عظیم دانشور جو ساٹھ سال سے اس ملک کے لوگوں کو پنجابی، پشتون، بلوچ اور سندھی بنانے میں مصروف عمل ہیں وہ انہیں مسلمان کیسے بنا سکتے ہیں۔ انہیں اپنی ثقافتوں پر فخر اور غرور سکھاؤ گے تو ایسے ہی ہائی کورٹ کے دروازوں پر بچیاں قتل ہوتی رہیں گی۔

## تنظیمی اطلاعات

### مقامی تنظیم ''سیالکوٹ جنوبی'' میں نعیم صفدر بھٹہ کا بطور امیر تقرر

ناظم حلقہ گوجرانوالہ کی جانب سے مقامی تنظیم سیالکوٹ جنوبی میں تقرر امیر کے لیے موصولہ ان کی اپنی تجویز اور رفقاء کی آراء کی روشنی میں امیر محترم نے مرکزی مجلس عاملہ کے اجلاس منعقدہ 22 مئی 2014ء میں مشورہ کے بعد حافظ نعیم صفدر بھٹہ کو مقامی تنظیم کا امیر مقرر فرمایا۔

### مقامی تنظیم ''ٹاؤن شپ'' لاہور میں محمد امتیاز اکرم کا بطور امیر تقرر

امیر حلقہ لاہور غربی کی جانب سے مقامی تنظیم ٹاؤن شپ میں تقرر امیر کے لیے موصولہ ان کی اپنی تجویز اور رفقاء کی آراء کی روشنی میں امیر محترم نے مرکزی مجلس عاملہ کے اجلاس منعقدہ 22 مئی 2014ء میں مشورہ کے بعد محمد امتیاز اکرم کی مقامی تنظیم کا امیر مقرر فرمایا۔

### مقامی تنظیم ''پشاور صدر'' میں محمد شمیم کا بطور امیر تقرر

ناظم حلقہ خیبر پختونخوا جنوبی کی جانب سے مقامی تنظیم پشاور صدر میں تقرر امیر کے لیے موصولہ ان کی اپنی تجویز اور رفقاء کی آراء کی روشنی میں امیر محترم نے مرکزی مجلس عاملہ کے اجلاس منعقدہ 22 مئی 2014ء میں مشورہ کے بعد محمد شمیم کو مقامی تنظیم کا امیر مقرر فرمایا۔

### مقامی تنظیم ''واہ کینٹ'' میں طارق نعیم کا بطور امیر تقرر

ناظم حلقہ پنجاب شمالی کی جانب سے مقامی تنظیم واہ کینٹ میں تقرر امیر کے لیے موصولہ اُن کی اپنی تجویز اور رفقاء کی آراء کی روشنی میں امیر محترم نے مرکزی مجلس عاملہ کے اجلاس منعقدہ 22 مئی 2014ء میں مشورہ کے بعد طارق نعیم کو مقامی تنظیم کا امیر مقرر فرمایا۔

### مقامی تنظیم ''لانڈھی'' کراچی میں ابوذر ہاشمی کا بطور امیر تقرر

امیر حلقہ کراچی جنوبی کی جانب سے مقامی تنظیم لانڈھی میں تقرر امیر کے لیے موصولہ ان کی اپنی تجویز اور رفقاء کی روشنی میں امیر محترم نے مرکزی مجلس عاملہ کے اجلاس منعقدہ 22 مئی 2014ء میں مشورہ کے بعد ابوذر ہاشمی کو مقامی تنظیم کا امیر مقرر فرمایا۔

### مقامی تنظیم ''ڈیفنس'' کراچی میں محمد فیصل منصوری کا بطور امیر تقرر

امیر حلقہ کراچی جنوبی کی جانب سے مقامی تنظیم ڈیفنس کراچی میں تقرر امیر کے لیے موصولہ ان کی اپنی تجویز اور رفقاء کی روشنی میں امیر محترم نے مرکزی مجلس عاملہ کے اجلاس منعقدہ 22 مئی 2014ء میں مشورہ کے بعد محمد فیصل منصوری کو مقامی تنظیم کا امیر مقرر فرمایا۔

## دعائے صحت کی اپیل

حلقہ جنوبی پنجاب کے ناظم بیت المال چوہدری محمود الٰہی کی اہلیہ شدید بیمار ہیں۔ اللہ تعالیٰ انہیں شفائے کاملہ عاجلہ عطا فرمائے۔ قارئین سے بھی ان کے لیے دعائے صحت کی اپیل ہے۔

میثاق، حکمت قرآن اور ندائے خلافت
کے تازہ اور سابقہ شمارے کے لیے
ہماری ویب سائٹ
www.tanzeem.org ملاحظہ کیجیے

## بانیٔ تنظیمِ اسلامی و داعیٔ تحریکِ خلافت پاکستان ڈاکٹر اسرار احمدؒ کی چند فکر انگیز تصانیف

داعی رجوع الی القرآن کا شہرہ آفاق دورۂ ترجمۃ القرآن
اب کتابی شکل میں بعنوان
**بیان القرآن**
حصہ اول: صفحات: 359 ، قیمت 450 روپے
حصہ دوم: صفحات: 321 ، قیمت 400 روپے
حصہ سوم: صفحات: 331 ، قیمت 425 روپے
حصہ چہارم: صفحات: 394 ، قیمت 450 روپے
حصہ پنجم: صفحات: 480 ، قیمت 550 روپے

شرک کی حقیقت، اقسام اور دورِ حاضر کے
شرک سے واقفیت کے لیے مطالعہ کیجئے
**حقیقت و اقسامِ شرک**
قیمت اشاعت عام: 60 روپے، خاص: 90 روپے

سیرت النبیؐ کی روشنی میں
اسلامی انقلاب کے مراحل، مدارج اور لوازم
**منہج انقلابِ نبویؐ**
مجلد: 400 روپے غیر مجلد: 200 روپے

بعثتِ انبیاء کا اساسی مقصد بعثتِ محمدیؐ
کی اتمامی و تکمیلی شان
**نبی اکرم ﷺ کا مقصدِ بعثت**
اشاعت خاص: 50 روپے

ایک مسلمان کی انفرادی اور اجتماعی
ذمہ داریاں کون کون سی ہیں؟
**دینی فرائض کا جامع تصور**
اشاعت خاص 25 روپے، عام 20 روپے

ایمان کے لغوی اور شرعی معنی، ایمان کا فلسفہ، ایمان و عمل کا باہمی تعلق
اپنے موضوع پر لاثانی تحقیق و فکری تصنیف
**حقیقتِ ایمان**
اشاعت خاص: 120 روپے

سورۃ العصر کی روشنی میں
**راہِ نجات**
اشاعت خاص: 70 روپے عام: 35 روپے

قربانی ہماری معاشرتی رسم ہے یا دینی فریضہ؟
**عید الاضحیٰ اور فلسفۂ قربانی**
اشاعت خاص 35 روپے، عام 25 روپے

**اُمتِ مسلمہ کے لیے سہ نکاتی لائحہ عمل**
اور نہی عن المنکر کی خصوصی اہمیت
مجلد 100 روپے، غیر مجلد 45 روپے

پاکستان اور ملت اسلامیہ کے حال اور مستقبل کے
تناظر میں لکھے گئے فکر انگیز اخباری کالموں کا مجموعہ
**بصائر**
صفحات: 130 قیمت: 65 روپے

قرآن حکیم کی عظمت، تعارف اور حقوق و مطالبات
جیسے علمی و عملی موضوعات پر 8 کتابوں کا مجموعہ
**قرآن حکیم اور ہم**
اشاعت خاص 400 روپے، عام 270 روپے

برعظیم پاک و ہند میں
**اسلام کے انقلابی فکر کی تجدید و تعمیل**
اور اس سے انحراف کی راہیں
اعلیٰ ایڈیشن: 50 روپے

دعوت رجوع الی القرآن کی اساسی اور مقبول عام دستاویز
جس کا انگریزی، عربی، فارسی اور سندھی میں ترجمہ ہو چکا ہے
**مسلمانوں پر قرآن مجید کے حقوق**
اشاعت عام: 25 روپے

سابقہ اور موجودہ
**مسلمان اُمتوں کا ماضی، حال اور مستقبل**
اور مسلمانانِ پاکستان کی خصوصی ذمہ داری
اشاعت خاص 120 روپے

ڈاکٹر صاحب کے دو خطبات کا مجموعہ
**اسلام میں عورت کا مقام**
اشاعت خاص: 100 روپے

مفصل فہرست طلب کیجئے: مکتبہ خدام القرآن، 36-کے، ماڈل ٹاؤن، لاہور۔ فون نمبر 3-042-35869501

# Over a trillion rupees kept for 'Riba' in budget

**By Ansar Abbasi**

ISLAMABAD: The most glaring contradiction in the 2014-15 budget is the allocation of all-time high Rs1325 billion for payment of interest/riba as against the finance minister's claim in his budget speech for the promotion of Islamic banking and financial system in the country.

Of the total budgetary outlay of Rs3.945 trillion more than 1/3rd i.e. PKR 1324 billion have been allocated for interest payment to be mostly made to local banks. This is the single largest allocation under any head in the budget surpassing even the defense budget and the PSDP allocations.

The total allocation for the Defense budget is Rs700 billion, which is almost half of what is allocated for interest payment. The total development budget is Rs800 billion, which is Rs525 billion less than the total money ear-marked for the interest payment.

Riba/interest is not only un-Islamic but is also a clear violation of the Constitution of Pakistan which had sought even at the time of its commencement in 1973 to eradicate riba/interest as early as possible but it remains a far cry even today. The situation instead has become so worse today that the largest chunk of the federal budget goes as payment of interest.

Finance Minister Ishaq Dar in his budget speech said, "We have revived the efforts to promote Islamic banking and financial system in the country." He added, "A Committee has been constituted for this purpose comprising prominent Ulema, bankers, economists and government officials, which will finalize its recommendations by December 31, 2014 suggesting measures to enhance the current share of Islamic banks in the overall banking assets, remove difficulties in expanding the outreach of Islamic banking, enlarge the set of Islamic financial products, design instruments for financing government fiscal operations on Shariah principles and identify steps required to ensure wider application of Islamic financial system in the country."

The finance minister added, "A Centre of Excellence in Islamic Economics is also being established to further the research work in Islamic banking and finance." Although the minister's words gave some encouragement about the future but the Economic Survey released on Monday, a day before the budget speech, talked of the an extremely slow pace vision of the State Bank of Pakistan to Islamize the banking sector of Pakistan. The Economic Survey talked of the 2013-1018 vision of the SBP, which promises to expand the Islamic banking to 15% of the total share of the banking sector by 2018.With such pace Pakistan is expected to get its banking sector Islamic as per the Constitution in 50 years at least.

**Courtesy:** The News, Print Edition –